احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اگست 2016ء

69 واں یوم آزادی مبارک

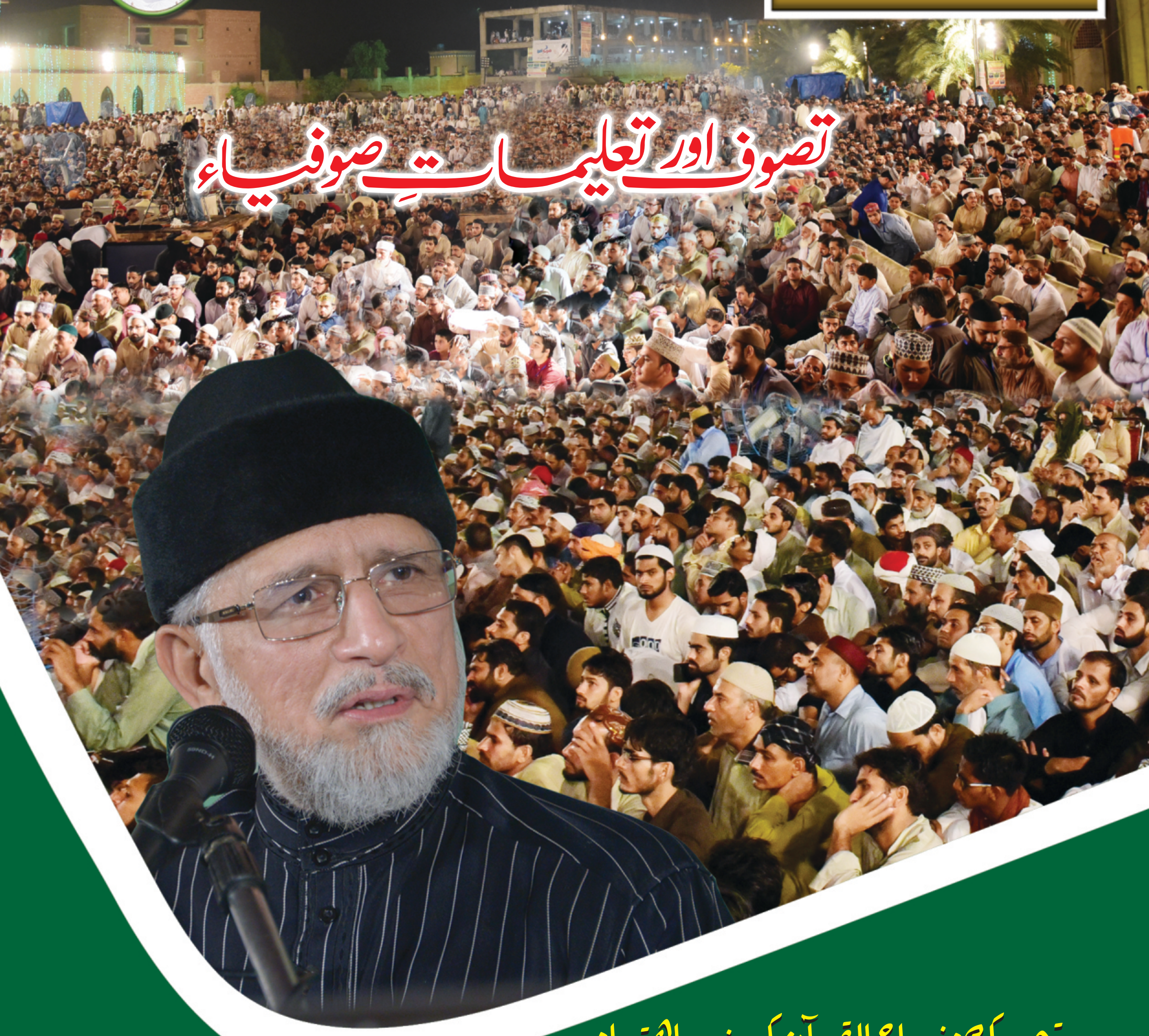

تصوف اور تعلیماتِ صوفیاء

تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام

25 واں سالانہ شہرِ اعتکاف 2016ء

"تقویٰ، حسنِ خلق اور ادب" پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے علمی، فکری اور اصلاحی خطابات

شہرِ اعتکاف 2016ء (تصویری جھلکیاں)

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز
زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

جلد 30 شمارہ 8 / ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ / اگست 2016ء

حسن ترتیب

اداریہ۔ عوامی حمایت سے محروم حکمران		3
(القرآن)۔ تصوف اور تعلیماتِ صوفیاء	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(سلسلہ تعلیم و تربیت) ادارہ کی تشکیل۔ اہمیت و ضرورت	صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی	15
کیا اس لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے	عین الحق بغدادی	22
تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام 25 واں سالانہ شہر اعتکاف		27

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈا پور
احمد نواز انجم، جی ایم ملک
سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، نور اللہ صدیقی، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

بیرون اشتراک
مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ ورہاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

Phone: UAN:042-111-140-140 Ext:128

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حرفِ دانش بھی تحریرِ مبہم میں ہے

یاخدا، یاخدا، یاخدا، یاخدا
ہر قدم پر ہے مطلوب تیری رضا

زندگی گریۂ شب کے عالم میں ہے
چشمِ پرنم مری شامِ ماتم میں ہے
حرفِ دانش بھی تحریرِ مبہم میں ہے
مجھ کو رستہ دکھا، مجھ کو رستہ دکھا

یاسیت کے بھنور میں ہے کشتی مری
روشنی کب سے غاروں میں ہے جا چھپی
ہر طرف زخم خوردہ ہوا ماتمی
اشکِ تر میں ہیں میرے حروفِ دعا

ہر طرف خون ہے، آگ، بارود ہے
رقص میں آج ابلیسِ مردود ہے
ایک اک میری تدبیر بے سود ہے
اِس طرف کربلا، اُس طرف کربلا

کون حاجت روائی کرے گا مری
کون مشکل کشائی کرے گا مری
کون آخر بھلائی کرے گا مری
کون تیرے سوا، کون تیرے سوا

یاخدا، یاخدا، یہ مری بے بسی
دے رہی ہے دہائی ترے نام کی
رکھ سلامت قلمدان کی روشنی
دے وسیلہ مجھے اپنے محبوبؐ کا

ہر طرف بھوک ہے، ظلم ہے ننگ ہے
زر کے جھوٹے خداؤں سے بھی جنگ ہے
آدمی کی خرد آج بھی دنگ ہے
یاخدا! اپنے بندوں کو دے حوصلہ

روشنی کا قلم یاخدا بھیج دے
پیرہن دے کے میری نوا بھیج دے
اپنی رحمت کی کالی گھٹائیں بھیج دے
اس قیامت میں ہے بس ترا آسرا

امنِ عالم کی، یارب! بشارت ملے
شہرِ مدحت کی مجھ کو سفارت ملے
جنتِ سرکارؐ کی بھی حرارت ملے
میرے اندر بھی ہے اک ہجومِ انا

اپنی مخلوق کا تُو ہے روزی رساں
حکم تیرے سے ہر سنگ ہے ضوفشاں
تری مرض کا پابند ہے آسماں
اذن تیرے سے چلتی ہے بادِ صبا

عوامی حمایت سے محروم حکمران

جب ملک اور قوم مشکلات کا شکار ہو جائیں تو اس وقت حکمران سچ بول کر حالات کا مقابلہ اور قوم کا اعتماد حاصل کرتے اور ملک کو بحرانوں سے نکالتے ہیں مگر پاکستان میں صورت حال اس کے برعکس ہے۔ حکمرانوں نے اپنے اقتدار کے حالیہ 3 سال عوام کو دھوکہ دینے اور مسلسل جھوٹ بولنے میں گزارے، اس لیے موجودہ حکومت کی عوام میں اور بین الاقوامی سطح پر کوئی کریڈیبلٹی قائم نہیں ہوسکی اور اس کے خطرناک نتائج کا سامنا پاکستان بطور ریاست کررہا ہے۔ حکمران جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹ کا زہر قومی سیاسی جسم کی رگ رگ میں سرایت کر چکا ہے۔ الیکشن جیتنے سے لیکر اقتدار کے آخری دن تک جھوٹ بولا جاتا ہے۔ عوام کو ترقی اور خوشحالی کے سہانے خواب دکھائے جاتے ہیں اور گذشتہ 69 سال سے اسی نام نہاد ترقی کا سفر جاری ہے۔

یہاں سفاکیت کا نام جمہوریت رکھ دیا گیا ہے۔ قومی ایکشن پلان کی روح کو اِن نام نہاد حکمرانوں نے ختم کردیا ہے۔ جمہوری نظام کی باگ ڈور ان عناصر کے ہاتھ میں ہے جو انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں میں براہ راست ملوث ہیں۔ مہذب جمہوری ممالک اور عوام کی حقیقی نمائندگی رکھنے والی حکومتیں جب کسی مشکل کا شکار ہوجائیں تو عوام ان کے شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہے اور جمہوریت کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں بھی قربان کردیتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ عوام جانتی ہے کہ حکمران ہمارے حقوق کی فراہمی اور ہمارے وقار کی بحالی کے لئے ہماری امیدوں کے مطابق حکومت کررہے ہیں۔ اس کی واضح مثال گذشتہ ماہ ترکی میں عوام کا اپنے حکمرانوں پر اعتماد کی بناء پر جمہوریت کے تحفظ کے لئے جرأت مندانہ کردار ہے۔

مگر پاکستان کے کرپٹ حکمرانوں کے نزدیک عوام کی کوئی حیثیت نہیں، عوام کے احتجاج کی کوئی وقعت نہیں، لوگ اپنے حقوق کے حصول کے لئے ہر آئے روز دھرنے دیتے ہیں مگر ان کے احتجاجات کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا۔ جب تک وزیر اعلیٰ ہاؤس، گورنر ہاؤس، وزیر اعظم ہاؤس یا پارلیمنٹ کے باہر دھرنا نہ دیا جائے تو ایف آئی آر تک درج نہیں ہوتی۔ اس صورت حال میں ان حکمرانوں کی یہ سوچ ان کی خوش فہمی کے سوا کچھ بھی نہیں کہ عوام ہمارے ساتھ ہیں اور عوام نے ہمیں حکمرانی کا مینڈیٹ دیا ہے۔ ان حکمرانوں نے اس ظلم کے نظام کے سہارے عوامی خواہشات کے برعکس منظّم دھاندلی کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کررکھا ہے۔ بقول قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: اس ظالم نظام کو ان حکمرانوں نے تحفظ دے رکھا ہے اور ان حکمرانوں کو اس ظالم نظام نے تحفظ دے رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں عام آدمی کمزور سے کمزور تر اور ہر آئے روز اپنے حقوق سے محروم چلا آرہا ہے۔

موجودہ حکمرانوں اور اس کرپشن زدہ نظام کا حصہ حزب مخالف کی متعدد سیاسی جماعتوں کے درمیان عوام کے حقوق کی پامالی اور اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے حوالے سے ایک غیر تحریری معاہدہ اور ریڈ لائن ہے جسے دونوں طرف سے کوئی عبور نہیں کرتا اور اگر کوئی تیسری عوامی قوت اس ریڈ لائن کی طرف بڑھے تو یہ سب آپس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن، 14 شہادتیں اور 80 سے زائد زخمی اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ کرپشن کرنے والے حکومتوں میں بیٹھے ہیں اور کرپشن کے نظام کو تحفظ دے رہے ہیں۔ ٹی او آرز کمیٹی کا انجام آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہے۔

موجودہ نظام کرپٹ حکمرانوں اور دیگر روایتی سیاستدانوں کا مشترکہ دسترخوان ہے۔

ہم نے جنوری 2013ء میں غیر آئینی الیکشن کمیشن اور اس کے ممبرز کے غیر آئینی تقرر کے خلاف لانگ مارچ کیا تھا اور اس کیلئے سپریم کورٹ بھی گئے تھے مگر سٹیٹس کو اور دھاندلی زدہ نظام کی محافظ قوتیں ہمارے خلاف اکٹھی ہوگئی تھیں۔ بعد ازاں اگست 2014ء میں ہمارے اسلام آباد دھرنے کے دوران بھی ان کرپٹ حکمرانوں اور کرپٹ روایتی سیاستدانوں کا مذموم ومکروہ رویہ پوری قوم کے سامنے ہے۔ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری انقلاب کی بات کرتے ہیں تو حکمران ان کے کارکنان کو گولیوں سے نشانہ بناتے ہیں جبکہ اس ظالم نظام کا حصہ سیاسی جماعتیں آپس میں صرف لفظوں کی جنگ کرتی ہیں اور اقتدار میں اپنے حصہ بڑھانے کے لئے صرف زبانی کلامی بظاہر مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔ اس مک مکا کے نظام نے ملک اور ادارے تباہ کر دیئے۔ یہ اعزاز صرف پاکستان عوامی تحریک کو حاصل ہے کہ جس نے دھاندلی زدہ انتخابی نظام کو چیلنج کیا، دہشتگرد گروپوں اور ان کے سرپرستوں کو بے نقاب کیا۔ موسموں کی حدت اور شدت کی پرواہ کیے بغیر لانگ مارچ کیے، دھرنے دیئے اور اس ظالم نظام کی قباحات کو طشت از بام کرکے رکھ دیا۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا انقلاب آئین کے اُن غیر اعلانیہ معطل 40 آرٹیکلز پر عملدرآمد سے عبارت ہے جو عوام الناس کے بنیادی حقوق سے متعلق ہیں۔ آئین پاکستان عوام کے لئے تعلیم، صحت، روزگار، انصاف، آزادانہ نقل وحمل، جان ومال، عزت کے تحفظ، خالص اور سستی اشیائے خورونوش کی فراہمی، ووٹ کے استعمال، سیاسی جمہوری حقوق کی فراہمی اور ہر طرح کے استحصال کے خاتمہ کے حوالے سے گارنٹی دیتا ہے مگر اس کرپٹ نظام کی وجہ سے یہ ضمانتیں معدوم ہو چکی ہیں۔ آج پاکستان کو آئین نہیں بلکہ خواہشات پر چلایا جا رہا ہے۔ ملک میں آئین وقانون کی بالادستی ہوتی اور پارلیمنٹ فعال کردار ادا کر رہی ہوتی تو الیکشن کمیشن کے ممبرز کے تقرر کے حوالے سے چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کو سوموٹو ایکشن نہ لینا پڑتا، بلدیاتی اداروں کو اب تک اختیارات دے کر فعال بنادیا گیا ہوتا اور ملک کو اندرونی و بیرونی سطح پر اس طرح کے چیلنجز درپیش نہ ہوتے۔ آئین پر عملدرآمد کے حوالے سے پہلی ذمہ داری پارلیمنٹ کی ہے، مگر افسوس پارلیمنٹ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں ناکام ہے۔

کرپشن، بے ایمانی، اقربا پروری، انتہا پسندی اور دہشت گردی نے اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے ملک پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کیلئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ لہذا کرپشن کے نظام کے بانی اور دہشت گردوں کے سپورٹر یہ حکمران اور یہ نظام باقی رہے گا لاشیں اٹھتی رہیں گی اور خزانہ لٹتا رہے گا۔ کرپٹ حکمرانوں سے ان کی لوٹ مار کا حساب مانگنا ہرگز ہرگز جمہوریت کے خلاف سازش نہیں ہے بلکہ اب عوامی احتساب سے ہی قانونی احتساب کا راستہ کھلے گا۔ حکمرانوں کا طرز حکومت ملکی سالمیت، اتحاد ویگانگت کیلئے خطرہ ہے۔ صرف سڑکیں اور چند پل بنانے سے ملک مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتا بلکہ غریب عوام کو بنیادی حقوق پہنچا کر ملک کی معیشت کو مضبوط بنایا جاتا ہے۔

کرپشن، ظلم اور استحصال پر مبنی سیاسی اور انتخابی نظام کے باعث پے در پے انتخابات کے باوجود پاکستان کو نمائندہ قیادت میسر آسکی اور نہ ہی ملک میں پائیدار امن قائم ہو سکا۔ جس دن عوام نے اس ظالم فرسودہ سیاسی نظام اور موجودہ نظامِ انتخابات کی قباحتوں کو جان لیا، وہی دن پاکستان کی حقیقی آزادی کی جانب راست اقدام کا پہلا دن ہوگا۔

تصوف اور تعلیمات صوفیاء

آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ کے زیر اہتمام عالمی صوفی کانفرنس سے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب☆

مرتب: محمد یوسف منہاجین معاون: محمد خلیق عامر گذشتہ سے پیوستہ

گذشتہ ماہ مارچ 2016ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ کی خصوصی دعوت پر عالمی صوفی کانفرنس میں خصوصی شرکت اور کلیدی خطاب کے لئے بھارت تشریف لے گئے۔ آپ نے کانفرنس میں دہشت گردی و انتہاء پسندی کے اسباب، اس ناسور کا حل اور صوفیاء کی تعلیمات کے حوالے سے علمی و فکری خطاب ارشاد فرمایا۔ اس خطاب کا پہلا حصہ مئی 2016ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے جس میں آپ نے دہشت گردی کے عوامل، ان کے تدارک اور لفظ ''تصوف'' اور ''صوفی'' کے مادہ ہائے اشتقاق اور معنوی تشبہ و صفاتی تتبع پر تفصیلی اظہار خیال فرمایا۔ اس علمی و فکری خطاب کا آخری حصہ نذرِ قارئین ہے:

لفظ ''تصوف'' اور ''صوفی'' قرآن مجید کی روشنی میں

لفظ ''تصوف'' اور ''صوفی'' کے مادۂ ہائے اشتقاق اور معنوی تشبہ و صفاتی تتبع جاننے کے بعد آیئے اب قرآن مجید سے لفظِ تصوف کی اصل تلاش کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کم علمی اور کتب کا عمیق مطالعہ نہ کرنے کے باعث سمجھتے ہیں کہ تصوف دین میں نہیں ہے یا صوفیاء کا طرز، اسلام میں نہیں ہے، وہ توجہ کریں اور جان لیں کہ تصوف کا مکمل مشرب اور اسوہ قرآن، سنتِ رسول ﷺ، سنت انبیاء اور سنتِ اصحاب صفہ سے ہے۔

لفظ ''صوفی'' اور ''تصوف'' کی اصل قرآن مجید میں بھی ہے۔ لفظِ ''تصوف'' کا ایک مادہ اشتقاق الـــصَّف سے ہے جو صَفَـا، صَفُوًا سے ہے۔ الصَّفُ قطار میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔ کسی کے لیے خالص ہوجانے کو صــفـــوًا کہتے ہیں۔ منیٰ میں جانوروں کی قربانی کے حوالے سے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ.

''اور قربانی کے بڑے جانوروں (یعنی اونٹ اور گائے وغیرہ) کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے پس تم (انہیں) قطار میں کھڑا کر کے (نیزہ مار کر نحر کے وقت) ان پر اللہ کا نام لو''۔ (الحج، ۲۲: ۳۶)

اس آیت مبارکہ کے مطابق نذر ہونے سے پہلے اللہ کے حضور ایک صف میں کھڑے ہو جانے والوں کو صَوَآفَّ کہتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، امام حسن بصریؒ، حضرت مجاہدؒ

☆ بمقام: رام لیلیٰ میدان۔ دہلی (انڈیا) (مورخہ: 20 مارچ 2016ء)

اور زید بن اسلمؒ نے قرآن کے اس لفظ صَــوَآفَّ کو دوسری قرات میں صَـوَافِیَ پڑھا جو صَـافِیَہ کی جمع ہے۔ اسی سے ’’صوفی‘‘ مشتق ہے کہ صوفیاء وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی اللہ کے حضور نذر کر دیتے ہیں اور ان کے دل ایک صف میں جڑ کر مولا کے رُخ اور چہرے کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ دن ہو یا رات، تھکن ہو یا راحت، کاروبار ہو یا ریاضت و مجاہدہ اُن کے دلوں پر کبھی غفلت نہیں آتی۔ جنہیں یہ حضوری مل جائے اور صفِ اول کی حاضری نصیب ہو جائے، ایسا دل رکھنے والوں کو صـوفی اور ایسے طرزِ زندگی کو تصوف کہتے ہیں۔

☆ لغت میں صَفَا کا ایک معنٰی یہ ہے کہ جنگ میں فتح کی صورت میں ملنے والا وہ مالِ غنیمت جو بادشاہ تقسیم سے پہلے اپنے لیے چن لیتا ہے، اُس کو الـصَّـفِی کہتے ہیں، یہ صَـفَـا سے ہے۔ بادشاہ دوسروں کا حصہ نہیں مارتا، چونکہ بادشاہ ہونے کی حیثیت سے اس کا بھی حصہ ہوتا ہے لہذا وہ اپنا حصہ لیتا ہے، لیکن دوسروں سے پہلے لے لیتا ہے۔

پس اس معنی کی رو سے جو مال بادشاہ چن لے وہ الصَّفِی کہلاتا ہے اور دلوں کا جو حصہ کائنات کا بادشاہ اپنے لیے چن لے اُس کو صوفی کہتے ہیں۔ گویا جنہیں اللہ چُن لے وہ صوفی کہلاتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر صوفی چُنے ہوئے لوگ ہوتے ہیں اور جو صوفیاء کو نہیں مانتے وہ دھتکارے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ اللہ جسے چن لیتا ہے ان کے نام کے چرچے چہار دانگِ عالم میں ہوجاتے ہیں اور دنیا اُن میں سے کسی کو خواجہ معین الدین اجمیریؒ، کسی کو محبوبِ الٰہیؒ، کسی کو غوث الاعظمؒ، کسی کو شہاب الدین سہروردیؒ، کسی کو شیخ احمد الرفاعیؒ اور کسی کو ابو الحسن شاذلیؒ کے نام سے جانتی اور پکارتی ہے۔ بات چُننے اور رد ہو جانے کی ہے۔ جو چُنے جاتے ہیں وہ صوفی ہو جاتے ہیں اور جو رد کر دیے جاتے ہیں وہ صوفیوں کے منکر کہلاتے ہیں۔

لفظ ’’تصوف‘‘ اور ’’صوفی‘‘ حدیث مبارکہ کی روشنی میں

قرآن مجید سے صوفی اور تصوف کی اصل اور اس کا مفہوم جاننے کے بعد آئیے اب حدیث مبارکہ سے اس کی اصل تلاش کرتے ہیں:

☆ کسی غزوہ میں دو صحابی اکٹھے شہید ہوگئے۔ ایک صحابی کا نام عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ تھا اور دوسرے صحابی کا نام حضرت عمرو بن جموحؓ تھا۔ آقا ﷺ کی بارگاہ میں دونوں کے جسد لائے گئے۔ آقا ﷺ نے فرمایا:

ادفنوهما فی قبر واحد، فإنهما كانا متصافيين في الدنيا.

(ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۶۷، رقم: ۳۶۷۵۷)

’’ان دونوں کو ایک ہی قبر میں اکٹھا دفن کر دو، دنیا میں یہ دونوں صوفی تھے‘‘۔

یعنی یہ دونوں اہل صفاء تھے۔ ان دونوں کا طرزِ عمل ایسا تھا کہ صوفی و صافی تھے۔ ان کے دلوں میں کدورت، رنجش اور غبار نہیں تھا۔ پس جن کے دلوں سے کدورت کا غبار نکل جائے اُس کو صوفی و صافی کہتے ہیں اور اسی طبقے کو صوفیاء کہتے ہیں۔ یہ لوگ کسی پر فتوے نہیں لگاتے۔ اُن کے دلوں میں چونکہ غبار نہیں ہے اس لیے انہیں فتوؤں کا بخار نہیں ہے۔ فتوؤں کا بخار اُنہی کو ہوتا ہے جن کے دل میں غبار ہوتا ہے۔ صوفیاء نہ غبار والے ہوتے ہیں اور نہ بخار والے ہوتے ہیں بلکہ وہ صرف پیار والے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ تصوف پیار پھیلانے کا نام ہے۔۔۔ محبت عام کرنے کا نام ہے۔۔۔ تواضع، عاجزی اور انکساری عام کرنے کا نام ہے۔۔۔ تصوف گردن میں اکڑ نہیں لاتا بلکہ گردن کو نیچے کرتا ہے۔۔۔ تصوف بچاتا ہے، لڑاتا نہیں۔۔۔ تصوف ملاتا ہے، ڈراتا نہیں۔۔۔

آقا ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں متـصـافـیـین کا لفظ استعمال فرمایا۔ گویا اس حدیث میں تصوف کا لفظ زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے ادا ہوا۔ کیا اب بھی تصوف پر خارج از

اسلام یا خارج از تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ ہونے کا اعتراض کیا جاسکتا ہے؟

☆ ایک اور حدیث مبارکہ تصوف اور صوفی کا معنیٰ واضح کرتی ہے کہ صوفی کون ہوتے ہیں؟ حضرت ابو مالک الاشعریؓ سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

یا أیها الناس اسمعوا واعلقوا واعلموا أن لله عبادًا لیسوا بأنبیاء ولا شهداء، یغبطهم الانبیاء والشهداء علی مجالسهم وقربهم من الله انعتهم لنا.

''لوگو! میری بات سنو سمجھ اور جان لو! میری امت میں کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہوں گے جو نہ تو نبی ہوں گے، نہ شہید ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مجلس اور قرب میں قیامت کے دن عرش کے اردگرد اس طرح قریب کر کے بٹھائے گا کہ انبیاء اور شہداء کو بھی ان پر رشک آئے گا''۔

آقا علیہ السلام کی یہ بات سن کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! نبی اور شہید نہ ہونے کے باوجود اللہ کے قرب و حضور میں اس طرح بٹھائے جانے والے وہ لوگ کون ہوں گے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

هم ناس من أفناء الناس ونوازع القبائل لم تصل بینهم أرحام متقاربة.

''میری امت میں مختلف علاقوں، مختلف ملکوں، مختلف قبیلوں، مختلف معاشروں کے یہ لوگ وہ ہوں گے کہ ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہیں ہوگا'' مگر

تحابوا فی الله وتصافوا.

''وہ اللہ کی مخلوق سے آپس میں اللہ کے لیے محبت کریں گے اور اُن کے دل صوفی و صافی ہوں گے''

یعنی ان کے دلوں میں کوئی کدورت نہیں ہوگی۔ یاد رکھیں! سارا تصوف دلوں کی کدورتوں کو ختم کر دینے کا نام ہے۔۔۔ تصوف دلوں کی رنجش مٹا دینے کا نام ہے۔۔۔ تصوف دلوں کی تنگ نظری کو وسعت میں بدل دینے کا نام ہے۔۔۔ تصوف تکبر کو مٹا کر تواضع لانے کا نام ہے۔۔۔ تصوف بخیلی، کنجوسی ختم کر کے سخاوت لانے کا نام ہے۔۔۔ تصوف نفرت مٹا کر محبت لانے کا نام ہے۔۔۔ تصوف تفرقے مٹا کر وحدت کرنے کا نام ہے۔۔۔ تصوف نفرت کا بخار مٹا کر محبت و پیار لانے کا نام ہے۔۔۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

یضع الله لهم یوم القیامة منابر من نور فیجلسهم علیها فیجعل وجوههم نورا وثیابهم نورا یفزع الناس یوم القیامة ولا یفزعون.

اللہ انہیں قیامت کے دن نور کے منبروں پر بٹھائے گا۔ ان کے چہرے اور لباس منور ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگ ڈر رہے ہوں گے، انہیں ڈر نہیں ہوگا۔

وهم أولیاء الله الذین لا خوف علیهم ولا هم یحزنون.

(نسائی، السنن، ٦: ٣٦٢، رقم: ١١٢٣٦)

''یہی صوفیاء و اولیاء ہوں گے جنہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''

گویا صافی دل رکھنے والے اولیاء اللہ اور صوفی سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ان کے دل صاف اور کشادہ ہوتے ہیں، ان کے دلوں میں فراخی، سخاوت، شفقت، رحمت اور وسعت ہوتی ہے۔

☆ ایک اور حدیث میں بھی آپ ﷺ نے یہی الفاظ استعمال فرمائے۔ ارشاد فرمایا:

متحابون بجلال الله، وتصافوا فیه، وتزاوروا فیه، وتباذلوا فیه.

(هندی، کنزالعمال، ٩: ٨، رقم: ٢٤٧٠٣)

''یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی خاطر محبت عام کریں گے، ان میں صفائے قلب ہوگی، ایک دوسرے کی ملاقات اور زیارت کے لیے جائیں گے اور ایک دوسرے پر خرچ کریں گے، یعنی سخی ہوں گے''

اس حدیث مبارکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ہم

اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آج تک زیارت پر جانے کا سلسلہ کسی اور کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف ولیوں اور صوفیوں کے لیے ہی ہے۔ آج تک کسی نے نہیں سنا کہ کوئی کسی غیرِ صوفی کی زیارت کرنے جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص غیرِ صوفی اور غیرِ ولی کی زیارت کے لیے نہیں جاتا۔ آقا ﷺ نے زیارت کے لئے جانے کو صوفیاء سے مختص فرمایا اور چودہ صدیوں سے آج تک یہی سلسلہ جاری و ساری ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے ملک شام کے لئے فرمایا:

أتدری ما يقول الله فی الشام؟ إن الله ﷻ يقول: يا شام! أنت صَفْوَتِي من بلادي.

(هيثمی، مجمع الزوائد، ١٠: ٥٨)

”جانتے ہو کہ اللہ نے شام کے بارے میں کیا کہا؟ (پھر آقا ﷺ نے خود جواب دیا:) بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے شام! تو میرے شہروں میں سے میرا منتخب شہر ہے۔“

ملک شام کو آقا ﷺ نے صوفی، صافی منتخب شہر قرار دیا۔

☆ عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

إني أختار لک الشام، فإنه خيرة المسلمين وصَفْوَةُ الله من بلادهِ، يجتبي إليها صَفْوَتَهُ من خلقهِ.

(طبرانی، المعجم الكبير، ١٨: ٢٥١، رقم: ٦٢٧)

گویا شہروں میں سے صَفْوَة سے مراد شام اور بندوں میں سے صَفْوَة سے مراد صوفیاء ہیں۔ جو اس ملک میں مقیم ہوں گے۔ صفوۃ سے مراد صوفی اس لئے کہ اسی ملک شام کے حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی ملک سے چالیس ابدال ہوں گے۔

صوفیاء کے رُوحانی مراحل

تصوف مرحلہ در مرحلہ سفر کرنے کا نام ہے۔ اس سفر کو سلوک اور مسافر کو سالک کہتے ہیں۔ گویا صوفی سفر کرتا رہتا ہے، جامد نہیں رہتا۔ ایک سالک/ صوفی درج ذیل روحانی مراحل سے گزرتا ہے:

۱۔ تَزْکِیَة: پہلا مرحلہ تزکیۂ ہے۔ یہ نفس کا سفر ہے۔ اس میں حیوانی خصلتیں، روحانی خصلتوں میں بدل جاتی ہیں۔ حیوانی خصلتوں کے نتیجہ میں قتل و غارت گری اور دہشت گردی جنم لیتی ہے لیکن جب تزکیہ نفس سے روحانی خصلت آجاتی ہے تو پیار، محبت اور برداشت کے رویے جنم لیتے ہیں۔ گویا سلوک و تصوف کے پہلے سفر کا آغاز بھی اَمن ہی سے ہوتا ہے۔

۲۔ تَصْفِیَة: دوسرا مرحلہ تصفیہ ہے۔ تصفیہ دل کا سفر ہے۔ اس سفر میں دل صاف ہوجاتا ہے اور دنیا کے تمام اَفکار اور رنج و غم کے زنگار سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۳۔ تَخْلِیَة: تیسرا مرحلہ باطن کا سفر ہے، اس کو تخلیہ کہتے ہیں۔ تخلیہ میں بندہ اپنے باطن سے نہ صرف ہر غیر کو نکال دیتا ہے بلکہ ماسوی اللہ کی خواہش سے بھی دل کو پاک کر لیتا ہے۔ یہ خلوت ہے۔ یہ مرحلہ دل کو خلوت کدہ بنا دیتا ہے اور انسان زبانِ حال سے پکار اٹھتا ہے:

؎ ہر تمنا دل سے رُخصت ہوگئی
اب تو آجا، اب تو خلوت ہوگئی

گویا دل کو محبوبِ حقیقی کا خلوت کدہ بنا دینا تخلیہ ہے۔

۴۔ تَحْلِیَة: سلوک و تصوف کی راہ میں چوتھا مرحلہ تحلیہ ہے۔ اس مرحلہ میں سالک/ صوفی اپنے اِنسانی اَوصاف سے نکل جاتا ہے اور ربانی اَوصاف میں داخل ہو جاتا ہے۔ سالک جو جو صفات رب کی دیکھتا ہے، اس کی اپنی وہ صفت ہٹتی جاتی ہے اور رب کی صفت کا رنگ اس پر چڑھتا جاتا ہے۔ اس کو تحلیہ کہتے ہیں۔ یہ حِلیہ

سے ہے۔ حِلیہ زیور کو بھی کہتے ہیں۔ جب زیور دلہن کو پہناتے ہیں تو اُس کا دلہن ہونا چمک اٹھتا ہے۔ اسی طرح جب رب کے اوصاف کا رنگ صوفی پر چڑھتا ہے تو اس کا باطن چمک اٹھتا ہے اور جس کا قلب صاف ہو جائے، چمک جائے، وہ ولی ہوتا ہے۔

رب جس طرح ہر ایک کی پرورش کرتا ہے، اس مرحلہ میں صوفی بھی اسی وصف کا فیض لیتے ہوئے ہر ایک کو پالتا ہے۔ رب جیسے ہر ایک کو دیتا ہے، اُسی طرح صوفی بھی لینے والا نہیں ہوتا بلکہ دینے والا ہوتا ہے۔ صوفی مانگتا نہیں بلکہ بانٹتا ہے۔ صوفی عطا کرنے والا، بے نیاز اور پیار ومحبت کو بانٹنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تحلیہ کے ذریعے رب کے اوصاف میں رنگا جاتا ہے۔

۵۔ تَجْلِیَة: ربانی اوصاف میں رنگنے کے بعد صوفی/ سالک پانچویں مرحلہ تجلیہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ اس مرحلہ میں بندے کے قلب و باطن پر اَنوار وتجلیات کا ورود ہوتا ہے۔ بندہ فرشی ہوتا ہے مگر اَنوار وتجلیات کے ورود سے من اور باطن میں عرشی بن جاتا ہے۔ یعنی فرش پر رہ کر عرش پر رہتا ہے۔

۶۔ اَلتَّدَلِّي: صوفی چھٹا مرحلہ اَلتَّدَلِّي میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مقام عروج ہے۔ صوفی عروج پر جاتا ہے اور اِس مرحلے میں اسے اللہ کی قربتِ خاصہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر صوفی کو دَنٰی فَتَدَلّٰی کا فیض ملتا ہے۔

۷۔ اَلتَّدَنِّي: صوفی دَنٰی فَتَدَلّٰی کا فیض سمیٹنے کے بعد ساتویں مرحلہ اَلتَّدَنِّي میں داخل ہوتا ہے۔ بعض تَدَانِي بھی لکھتے ہیں۔ اس مقام پر اُس کی مقربیت کامل ہو جاتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں اُس کی قربت کا سفر بھی تکمیل کو جا پہنچتا ہے۔ گویا اس مقام پر اسے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کا فیض ملتا ہے۔

۸۔ اَلتَّرَقِّي: تدنی کے بعد صوفی الترقی کے مرحلہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں ہر لمحہ اُس کا حال اور مقام بدلتا رہتا ہے۔ اس مرحلہ میں وہ ایک جگہ پر نہیں رہتا بلکہ قربِ الٰہی، عشقِ الٰہی، محبتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی میں ہر لمحہ اُس کا مقام اور حال بدلتا ہے اور ترقی پذیر رہتا ہے۔ پھر اُس کو کوئی تھام نہیں سکتا۔ ہر لمحہ اُس کے تنقلِ اَحوال (بدلتے رہنا) کی وجہ سے اس عالم کو ترقی کہتے ہیں یعنی اب وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔

۹۔ اَلتَّلَقِّي: اس روحانی سفر میں مراحل طے کرتے کرتے صوفی اپنے نویں مرحلہ اَلتَّلَقِّي میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں وہ براہِ راست رب سے سنتا ہے اور اُس کی عطا، کشف اور اِلہامات لیتا ہے۔ نتیجتاً صوفی کی زبان سے حق بولتا ہے، اُس کے دل سے حق نکلتا ہے۔ وہ تلقی یعنی براہِ راست رب سے اخذ کرتا ہے۔

۱۰۔ اَلتَّوَلِّي: اس مرحلۂ سفر میں بندہ رب سے سب کچھ وصول کر کے اپنے آپ میں پلٹ آتا ہے۔ اس آخری مرحلہ کو اَلتَّوَلِّي کہتے ہیں۔ اس مرحلہ میں رب اُس کا متولی ہو جاتا ہے۔ رب اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے۔۔۔ رب اُس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔۔۔ رب اُس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔۔۔ رب اُس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔۔۔ رب اُس کا دل بن جاتا ہے جس سے وہ چاہتا ہے۔۔۔ الغرض وہ مکمل طور پر رب کی نگرانی میں آجاتا ہے۔

ان سارے مقامات میں کہیں ہمیں غیض وغضب نظر نہیں آیا۔ ان سارے دس اسفار میں کہیں غصہ، نفرت، سختی نہیں آئی بلکہ ہر وقت سفر سوئے جمال ہے۔ سفر بسوئے رحمت ہے، سفر بسوئے قربت ہے۔ یاد رکھ لیں جو مولیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں اور جو اس کی قربت کا مزہ چکھ لیتے ہیں، قربت کے تالاب سے پی لیتے ہیں وہ اوروں کو بھی قریب کرتے ہیں۔ چونکہ خود قربت کا لطف لیتے ہیں سو ہر ایک کو قریب کرتے ہیں اور دوریاں مٹا دیتے ہیں۔ جو لوگ خود جڑ جاتے ہیں وہ اللہ کی ساری مخلوق کو جوڑے رکھتے ہیں۔

روحانیت کے تین وسائط

اس سارے روحانی سفر میں تین وسائط tools استعمال ہوتے ہیں:

۱۔شریعت ۲۔طریقت ۳۔حقیقت

۱۔شریعت: زندگی میں اِعتدال کا نام شریعت ہے۔

۲۔طریقت: اپنے نفس سے اِنفصال کا نام طریقت ہے۔

۳۔حقیقت: محبوب سے اِتصال کا نام حقیقت ہے۔

بالفاظِ دیگر:

شریعت: راہِ حق پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

طریقت: خود سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔

حقیقت: واصلِ خدا ہو جانے کا نام ہے۔

صوفی جب درج بالا روحانی مراحل سے گزرتا ہے اور تین وسائطِ روحانیت کو اختیار کرتا ہے تو یہ سلوک و تصوف اَخلاق کو عمدگی دیتا ہے۔۔۔ حوصلوں کو بلندی دیتا ہے۔۔۔ ارادوں کو پختگی دیتا ہے۔۔۔ معاملات کو درستگی دیتا ہے۔۔۔ مایوسیوں کو ختم کرتا ہے۔۔۔ یقین اور اعتماد کو استحکام دیتا ہے۔۔۔ اَعمال کو طہارت دیتا ہے۔۔۔ اَحوال کو عظمت دیتا ہے۔۔۔ اور مقامات کو سکونت دیتا ہے۔

صوفیاء کا جداگانہ ’’قال، حال، عمل‘‘

تصوف جس میں بس جائے اُس کی زندگی کا حال بدل جاتا ہے۔ اُس کا مقال (بولنے کا انداز) بدل جاتا ہے۔ اُس کے برتاؤ کے طریقے بدل جاتے ہیں۔صوفی کی بولی عام لوگوں کی بولیوں سے کتنی مختلف ہوجاتی ہے۔ آیئے تاریخ کے اوراق سے اسے سمجھتے ہیں:

جب چنگیز خان اور ہلاکو خان کی فوجیں بغداد کو تاخت و تاراج کررہی تھیں، قتل و غارت گری تھی، خون بہایا جارہا تھا، اُس وقت کی بات ہے کہ ایک خراسانی بزرگ جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے، اشارہء غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے تشریف لائے۔ وہ شکار سے واپس آ رہا تھا۔ اپنے محل کے دروازے پر ایک درویش کو دیکھ کر اس نے ازراہِ تمسخر پوچھا:

’’اے درویش، تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم‘‘؟

اس بیہودہ سوال پر آپ قطعاً برہم نہ ہوئے۔ بڑے تحمل سے فرمایا:

’’اگر میں جانثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کر لوں تو میر داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے‘‘۔

تگودار خان اس غیر متوقع جواب سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا اور آپ کی تبلیغ سے درپردہ اسلام قبول کرلیا۔

تگودار خان کا سوال انتہائی سخت تھا، اگر یہ سوال کسی خشک اور انتہا پسند ملّا سے کر دیں تو وہ تو سر پھوڑ دیتا، جھگڑا ہوتا اور شہید ہو جاتا۔ مگر صوفیاء کے رنگ ڈھنگ الگ ہوتے ہیں، ان کے بات کرنے کے طریقے اورفہم و مقام بدل جاتا ہے۔صوفی جب بات کرتا ہے تو دلوں کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سختی سے نہیں بلکہ نگاہ سے اور محبت و پیار کی زبان سے احوال بدلتا ہے اور یہی تصوف ہے۔

صوفی کس طرح حال بدلتا ہے؟

صوفی کس طرح حال بدلتا ہے؟ صوفی کا شعار اور روش کیا ہے جس سے پتہ چلے کہ صوفی کون ہے؟ صوفیاء کے امام ابوعبد الرحمٰن السلمیؒ (امام قشیریؒ کے شیخ، حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے دادا شیخ) اپنی کتاب الفتوۃ میں صوفیاء کی روشِ زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

ابوبکر الحلبی نے روایت کیا کہ ہم حضرت شیخ

معروف کرخیؒ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے کہ اچانک وہاں سے کچھ نوجوان گزرے جو گانا بجانا کر رہے تھے، شراب پی رہے تھے، ناچ کود کر رہے تھے۔ حضرت معروف کرخیؒ کے مریدوں کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے کہ ’’حضرت! ہاتھ اٹھا کر ان ظالموں کے لیے بددعا کیجئے۔ یہ نوجوان آپ کے سامنے شراب پی رہے ہیں اور ناچ گانا کر رہے ہیں۔ انہیں ادب اور حیا نہیں۔ ان کے لیے بد دعا کیجئے‘‘۔ حضرت معروف کرخیؒ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

إلٰهي وسيدي! أسئلك أن تفرحهم في الآخرة كما فرحتهم في الدنيا.

(السلمي، كتاب الفتوة: ٦٠)

’’اے میرے مالک! ان کو آخرت میں بھی اسی طرح خوش رکھنا جس طرح دنیا میں خوش رکھا ہوا ہے‘‘۔

مریدوں نے جب یہ کلمات سنے تو ان کے دل بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا: حضور ہم نے بددعا کے لیے درخواست کی تھی کہ ان کا خاتمہ ہو جائے اور وہ برباد ہو جائیں لیکن آپ نے دعا دے دی۔ حضرت معروف کرخیؒ مسکرا پڑے اور فرمایا: آخرت میں یہ اُسی صورت خوش ہوں گے جب دنیا میں اپنے ان احوال سے توبہ کر لیں گے اور اس کی جانب رجوع کریں گے۔ پس اگر اُس نے انہیں آخرت میں خوش رکھنے کا فیصلہ کر لیا تو انہیں دنیا میں توبہ کی توفیق دے گا اور ان کی توبہ ہو جائے گی۔

گویا صوفی ہر ایک کی توبہ، بخشش اور مغفرت کی فکر کرتا ہے۔ صوفی فنا کرنے کی بات نہیں کرتا بلکہ صوفی بقا دینے کی بات کرتا ہے۔

☆ صوفی کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟ علامہ ابن الجوزیؒ سلوۃ الأحزان میں بیان کرتے ہیں کہ صوفیاء کے امام اور امام اعظم کے ساتھی اور معاصر حضرت امام سفیان ثوریؒ دریائے دجلہ پر غسل کے لیے گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ کپڑے اتار کر رکھے اور غسل لینے لگے۔ اچانک ایک چور آیا اور آپ کے کپڑے لے اڑا۔ جب غسل کے بعد آپ نکلے تو کپڑے غائب تھے۔ پریشان بیٹھے ہی تھے کہ چور کپڑے لے کر واپس آ گیا۔ اُس نے آپ کو کپڑے دیے اور کہا کہ میرا دایاں ہاتھ جس سے کپڑے چرائے تھے وہ فالج زدہ ہو گیا ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: میرے مولیٰ! جس طرح تو نے میرے کپڑے واپس فرما دیے ہیں اس طرح اس چور کے ہاتھ کی صحت بھی واپس کر دے۔ آپ کی دعا سے اس کا ہاتھ صحت مند ہو گیا۔

پس صوفی چوری کو نہیں دیکھتے بلکہ اُس کی پریشانی کو دیکھتے ہیں۔ یہ وہ انداز ہے جس انداز کے ذریعے صوفیاء مخلوقِ خدا کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔ ان کا بولنا، کرنا اور ہر معاملہ دوسرے لوگوں سے جدا ہوتا ہے۔

صوفیاء کا منفرد فہم و ادراک

صوفیاء کا نہ صرف قال، حال اور عمل منفرد ہوتا ہے بلکہ ان کا فہم و اِدراک بھی جدا ہوتا ہے۔ وہ حقائق و واقعات سے الگ معانی اخذ کرتے ہیں۔ ایسے معانی اخذ کرتے ہیں جو دوسرے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ صفائے قلب اور تطہیرِ باطن کے بعد اُن کے اَذہان و اَفہام، قلوب و اَفکار اور توجہات بدل جاتی ہیں۔ وہ ہر شے میں ذاتِ حق کو دیکھتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ سے جڑے رہتے ہیں، اُن کی توجہ رب کی طرف مرکوز رہتی ہے۔ وہ صرف رب کو تلاش کرتے ہیں اور ہر شے میں اُسی رب کو پاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ ہمیشہ امن اور شانتی میں رہتے ہیں۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ غیر کا دھیان چونکہ دل میں غبار اور آلودگی لاتا ہے، لہذا وہ اس غبار کو ختم کرتے ہیں۔ اگر مولیٰ کا دھیان رہے اور غیر کا غبار نہ رہے تو اُس سے دل کو سکون اور قرار آتا ہے۔ سکون و قرار سے بندے میں سدھار آتا ہے۔ سدھار سے آسودگی آتی ہے۔

آسودگی ملے تو دل میں رب کا پیار آتا ہے۔ طبیعت میں آہنکار (تکبر و انانیت) نہیں رہتا بلکہ پیار اور اِنکسار آتا ہے۔ پھر شانتی آتی ہے۔ انسان کا وِہار (behaviour) بدل جاتا ہے۔ بندے کا کردار بدل جاتا ہے اور اگر خدا سے تعلق اور پیار نہ ہو، دل خدا سے نہ جڑے تو پھر وِیوہار (سلوک، اَخلاق) اَہنکار (غرور اور تکبر) کے ذریعے بدل کر دُر وِیوہار (بدسلوک، بد اَخلاق) ہو جاتا ہے۔ اَہنکار (غرور اور تکبر) بندے کو دُر وِیوہار (بدسلوکی، بد اَخلاقی) دے دیتا ہے۔ تصوف آجائے تو بندہ نیک وِیوہار (حسنِ سلوک، خوش اَخلاقی) کا مالک ہوتا ہے۔ اگر تصوف نکل جائے تو بندہ دُر وِیوہار (بدسلوکی، بد اَخلاقی) کا مالک ہوتا ہے۔ یہ صوفی واد کا طریقہ ہے۔ صوفی واد پہ چلو گے تو پھر آتنک واد (دہشت گردی) ختم ہوگی۔ صوفی ازم اور روحانیت پر عمل پیرا ہونے سے ہی رویے بدلیں گے۔

☆ صوفیاء ہر شے سے اپنے یار کی بات کو نکالتے ہیں۔ ہر آواز سے اپنے مولیٰ کو دیکھتے سنتے ہیں۔ امام ابن زروق المالکی نے لکھا کہ مولیٰ علی شیر خداؓ کے ہمراہ کچھ اور صحابہ تھے۔ آپ نے ناقوس (ایک ساز) کی آواز سنی، تو فرمایا:

أتدرون ما يقول؟

''تمہیں معلوم ہے یہ آواز کیا کہہ رہی ہے''؟

انہوں نے کہا: معلوم نہیں، کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ مولیٰ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے:

سبحان الله حقًا حقا، إن المولیٰ صمد يبقٰی.

''اللہ پاک ہے، وہ حق ہے، بے شک مولیٰ بے نیاز اور ہمیشہ رہنے والا ہے''۔

ہر کوئی اُس کو ساز سمجھ رہا ہے مگر مولیٰ علی کے کان اُس کو یار کی آواز سمجھ رہے ہیں۔ گویا تصوف و روحانیت میں ذہن، آواز، سننے اور بولنے کا رنگ ڈھنگ بدل جاتا ہے۔

☆ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ ایک چشمے کے پاس سے گزرے۔ وہاں ایک سقہ (پانی پلانے والا ساقی) پانی پلا رہا تھا۔ ایک بھیڑ اس کے پاس کھڑی تھی، اُس نے آواز دی کہ سارے پی چکے: **ما بقی إلا واحدٌ.**

''اب صرف ایک بچا ہے''۔

وہ بات کسی اور کی کر رہا تھا کہ صرف ایک رہ گیا ہے جس نے پانی پینا ہے۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ نے جب یہ جملہ سنا تو آپ کی چیخ نکل گئی، آپ وجد میں آگئے اور کہا:

هل كان إلّا واحد؟

''اگر سوائے ایک کے کوئی نہیں بچا تو کیا اُس ایک کے سوا بھی کوئی تھا''؟

گویا بات کہیں کی ہوتی ہے، صوفی اس بات کو اپنے یار کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ خیر کی بات سے محبت اور محبوبِ حقیقی کی بات نکالتا ہے۔

☆ صوفیاء آقا ﷺ کی اس سنت سے اپنے لئے راہِ عمل لیتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا سارا گوشت تقسیم کر دیا؟ میں نے عرض کی: آقا! ﷺ سارا تقسیم کر دیا صرف ایک ران/ دستی اپنے لئے بچائی ہے۔ آپ نے فرمایا: جو تقسیم کر دیا گیا وہ بچ گیا اور جو رہ گیا ہے وہ باقی نہیں بچا''۔

ہماری سوچ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک جو دے دیا جائے وہ چلا جاتا ہے، جو بچا لیا جائے اُس کو کہتے ہیں کہ بچ گیا۔ صوفیاء کے ہاں یہ ہے کہ جو دے دیا جائے وہ بچ جاتا ہے اور جو رکھ لیا جائے وہ چلا جاتا ہے۔

پیغام

صوفی کا دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ سمندروں سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ صوفی بارش سے کہیں زیادہ سخی ہوتا ہے۔ ساری کائنات صوفی کے دل کی وسعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ صوفی کا دل اتنا وسیع ہے کہ اس میں خدا سما جاتا ہے۔ آیئے اس طرزِ عمل کو اپنائیں۔ صوفیاء کی ان تعلیمات کو

عام کریں۔ صوفیاء کی انہی تعلیمات کو عام کرنے سے ہمارے روّیے، نظریے اور برتاؤ بدلیں گے۔

صوفیاء کے اسی روّیے کو اپنانے سے peaceful coexistence آئے گی۔ ISIS کا مقابلہ ہوگا۔ داعش اس دور کے سب سے بڑے دہشت گرد اور خوارج ہیں۔ وہ مسلمانوں کی نسلوں کو امریکہ، یورپ، عرب، عجم میں متاثر کر رہے ہیں۔ آقا ﷺ نے ISIS کے بارے میں پندرہ سو سال پہلے بتا دیا تھا۔ کل کتب حدیث میں ہے اور شارحین ائمہ قسطلانی، ابن بطال، امام عسقلانی، عینی، قرطبی، قاضی عیاض ہر ایک محدث نے اسے بیان کیا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر عراق کے صحرا کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: عراق کی طرف سے ایک شیطانی گروہ اٹھے گا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّودَ، فَالْزَمُوا الْأَرْضَ فَلَا تُحَرِّكُوا أَيْدِيكُمْ، وَلَا أَرْجُلَكُمْ. ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ ضُعَفَاءُ لَا يُؤْبَهُ لَهُمْ، قُلُوبُهُمْ كَزُبَرِ الْحَدِيدِ، هُمْ أَصْحَابُ الدَّوْلَةِ، لَا يَفُونَ بِعَهْدٍ وَلَا مِيثَاقٍ، يَدْعُونَ إِلَى الْحَقِّ وَلَيْسُوا مِنْ أَهْلِهِ، أَسْمَاؤُهُمُ الْكُنٰى، وَنِسْبَتُهُمُ الْقُرٰى، وَشُعُورُهُمْ مُرْخَاةٌ كَشُعُورِ النِّسَاءِ، حَتّٰى يَخْتَلِفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْحَقَّ مَنْ يَشَاءُ.

(نعیم بن حماد المروزی، کتاب الفتن، ۱:۲۱۰، رقم:۵۷۳)

"جب تم سیاہ جھنڈوں کو دیکھو (کہ ایک لشکر سیاہ رنگ کے جھنڈے اٹھائے ہوئے ہے They [ISIS Kharijites] would have black flags as their group identity) تو جہاں پر ہو وہیں ٹھہر جاؤ اور کوئی اقدام نہ کرو، اس کے بعد ایک دہشت گرد گروپ ظاہر ہوگا۔ جس کے افراد شروع میں کچھ کم ہوں گے یا کمزور نظر آئیں گے تاکہ کوئی ان پر توجہ نہ دے (یعنی اسے امن انسانیت کے لیے بڑا خطرہ نہیں سمجھیں گے، وہ اپنی پوری افرادی قوت کو شروع میں ایک دم ظاہر نہیں کریں گے۔ یہ ان کی عسکری حکمت عملی ہوگی پھر تدریجاً ان کی قوت بڑھتی جائے گی۔ لوگ آ آ کر ملتے جائیں گے اور یوں ان کے لشکر کی تعداد خاصی بڑھ جائے گی)۔ ان کے دل لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑوں کی طرح سخت ہوں گے (یعنی انتہائی بے رحم اور سفاک ہوں گے)۔ وہ اصحاب الدولہ کہلوائیں گے۔ (یعنی Islamic State کے دعوے دار ہوں گے۔

They would claim to be the founders of Islamic State. داعش کا معنی کیا ہے؟ **دولة الإسلامية في العراق والشام**۔ اس سے داعش بنا ہے۔) وہ کسی قول اور عہد و پیمان کے پابند نہیں ہوں گے، ظاہراً حق کی دعوت دیں گے لیکن حقیقت میں (اہلِ حق) میں سے نہیں ہوں گے۔ ان کے نام، ان کی کنیت اور ان کی نسبت ان کے شہروں کی طرف ہوگی اور خواتین کی طرح ان کے بال لمبے لمبے اور گھنے ہوں گے یہاں تک کہ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل حق میں سے جس کو چاہے گا ظاہر کرے گا"۔

☆ دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ یہ لوگ شام میں داخل ہوں گے۔ شام پر قبضہ کریں گے۔ شام میں civil war کے ذریعے تقسیم کریں گے۔ عراق کو برباد کریں گے۔ حتیٰ کہ شام کے لوگ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجر ہو جائیں گے۔

عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَوَّلُ الْخَرَابِ بِمِصْرَ وَالْعِرَاقِ، فَإِذَا بَلَغَ الْبِنَاءُ لِسَلْعٍ فَعَلَيْكَ يَا أَبَا ذَرٍّ بِالشَّامِ. قُلْتُ: وَإِنْ أَخْرَجُونِي مِنْهَا؟ قَالَ: انْسَقْ لَهُمْ أَيْنَ سَاقُوكَ.

(نعیم بن حماد المروزی، کتاب الفتن، ۱:۲۴۸، رقم:۷۱۰)

"حضرت قتادہ حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلی خرابی مصر اور عراق میں پیدا ہوگی پس جب یہ خرابی سلع (مدینہ میں موجود ایک چھوٹی پہاڑی) تک پہنچ جائے تو اے ابوذر شام چلے جانا۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا کہ اگر انہوں

نے مجھے شام سے بھی نکال دیا تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اُدھر چلے جانا جس طرح وہ تمہیں بھیجیں‘‘۔

☆ ایک اور مقام پر فرمایا: پوری دنیا سے نوجوان، گرے ہوئے لوگ مفرور، ناسمجھ بچے عرب بھی اور غیر عرب بھی دوڑ کر اس داعش کے فتنہ میں شامل ہوں گے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں: مُرَّاقُ الْآفَاقِ.

(نعیم بن حماد المروزی، کتاب الفتن، ۱:۲۱۲، رقم: ۵۷۰)

’’پوری دنیا سے بھاگ بھاگ کے نوجوان اس فتنے میں شامل ہوں گے‘‘۔ فرمایا: ’’یہ فتنہ ہر عرب غیر عرب کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ خوف و ہراس ہر سمت طاری ہو جائے گا۔ یہ فتنہ کفر کا فتنہ ہوگا‘‘۔

آقا ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں آج ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ISIS کا فتنہ کفر ہے۔ اس کا اسلام، عالم اسلام اور امت مسلمہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے خلاف جنگ لڑنا اور اس کی جڑوں تک کو کاٹ دینا حکمِ محمدی ﷺ ہے اور یہی اسلام کی تعلیمات ہیں۔ یہ عالمی فتنہ ہے۔ ریاستیں اور حکومتیں مل کر اِس عالمی فتنے کا خاتمہ کریں۔ اس پر مل جل کر ایک پالیسی اختیار کی جائے۔ تصوف کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ ذہن بدلنے کے لیے، دین کی اصل تعلیمات اور امن کا تصور سمجھایا اور پڑھایا جائے۔ اس فتنے کا خاتمہ پوری قوت کے ساتھ ایک ہو کر کیا جائے۔ یہ عالم انسانیت کی جنگ ہے، صرف اسلام کی نہیں۔ یہ تمام ممالک اور انسانی معاشروں کی جنگ ہے۔ اس دہشت گردی کے فتنے کو کچلنے کے لیے ہم سب طبقاتِ انسانیت کو ایک ہونا ہوگا۔

اللہ رب العزت ہمیں کامیابی و کامرانی عطا کرے اور لوگوں کے دل، روّیے، نظریے بدلنے اور صوفیاء و اولیاء کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ہمیں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔

اظہار تعزیت: گذشتہ ماہ محترم محمد اصغر ساجد (نائب امیر تحریک لاہور) کے والد طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ محترم شفیق احمد نور (ناظم ممبر شپ TMQ خضدار بلوچستان) کے چچا، محترم عقیل شہباز (ناظم پاکپتن شریف) کے سسر، محترم محمد اشرف حیدری (صدر پاکپتن شریف) کے چچا، محترم وحید بھٹہ کے کزن، محترم علامہ عبدالوحد نقشبندی کی والدہ اور پھوپی، محترم جعفر حسین گجر (پی پی 69) کی بھا بھی، محترم محمد شفیق بٹ (پی پی 65) کے بھائی، محترم راجہ عبدالوحید (ناظم گجرات) کی کزن، محترم اختر حسین اسد (پی پی 68) کی والدہ، محترم محمد ناصر (پی پی 67) کی بیٹی، محترم شاہد انصاری (پی پی 69) کی والدہ، محترم عامر شہزاد (پی پی 226 ساہیوال) کی دادی، محترم محمد رمضان ہیرا (پی پی 228) کی خالہ، محترم احمد حسن (پی پی 227) کے والد، محترم محمد جاوید کے سسر، محترم چوہدری محمد مشتاق (تحصیل ناظم۔ پنڈی گھیپ) کی والدہ، محترم محمد یونس قادری (ضلعی امیر سیالکوٹ) کی اہلیہ، محترم ملک ساجد (سابقہ طالب علم شریعہ کالج)، محترم سید بہار شاہ بخاری (سابقہ ضلعی ناظم TMQ سرگودھا)، محترم محمد فاروق اعظم صابری (سابقہ ضلعی نائب صدر TMQ سرگودھا) کے چھوٹے بھائی محترم محمد عثمان بٹ، محترم چوہدری امیر احمد گجر (سرگودھا) کی والدہ، محترم علامہ مختار احمد قادری (رتہ پور۔ کوٹ مومن) کے والد، محترم حافظ مناظر علی سہروردی (ناظم UC جان محمد والا) کے والد، محترم چوہدری اعجاز احمد رانجھا (بہک لڑکا) کی والدہ، محترم ڈاکٹر مناظر علی (آہلی روانہ۔ کوٹ مومن) کی پھوپھی اور ماموں، محترم مختار احمد بھٹی (بجن۔ کوٹ مومن) کی پھوپھی اور محبوب احمد سیال (سابق صدر TMQ لالیاں) کے والد محترم قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

سلسلہ تعلیم و تربیت

(حصہ: 1)

ادارہ کی تشکیل۔۔ اہمیت و ضرورت

ماخوذ از افادات شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی (مرکزی امیر منہاج القرآن انٹرنیشنل)

معزز قارئین کرام! حسب وعدہ جدید منتظمیت (modern management) سے متعلق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے وقیع خطابات، ارشادات اور ملفوضات سے ماخوذ سلسلۂ مضامین میں سے پہلا موضوع ''ادارے کی تشکیل اور انسانی معاشرے میں اس کی اہمیت اور ضرورت'' پیش خدمت ہے۔ شیخ الاسلام کے دروس و خطابات کے مستقل سامعین اور متعلمین آپ کے منفرد اسلوبِ کلام اور اندازِ بیان سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ جب بھی کسی موضوع پر کلام فرماتے ہیں تو آپ کا انداز خطیبانہ(oration) سے زیادہ مدرسانہ اور مُعلّمانہ(professorial) ہوتا ہے،خطاب کے رنگ پر درس کا انداز اکثر غالب نظر آتا ہے۔ آپ اپنے متعلمین اور سامعین کو کوئی ایک نکتہ سمجھانے کے لیے اشارات، شروحات اور تمثیلات کا ایک ایسا حسین گلدستہ سجا لیتے ہیں کہ چاہے اُن کا علمی اور ذہنی معیار کسی سطح کا بھی ہو، دقیق سے دقیق نکات بھی ان کی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ میں نے کئی مقتدر علمائے کرام اور نامور خطباءِ جُمعَات کو یہ کہتے سنا ہے کہ شیخ الاسلام کے ایک درس کی ساعت سے وہ کم از کم دس جُمعَاتِ مبارکہ کے لیے اپنا تقریری مواد بخوبی حاصل کر لیتے ہیں۔

علم الکلام میں شیخ الاسلام کا اسلوب اور اندازِ بیان یکسر منفرد ہے۔ قدیم اور جدید علوم وفنون پر آپ کی دسترس انتہائی قوی ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں آپ کا اندازِ بیان ایسا ممیز اور ممتاز ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ بادی النظر میں آپ کے درس یا خطاب کا ایک معیّن موضوع ہوتا ہے۔ لیکن اُس کی توضیح وتشریح میں آپ قرآن و حدیث، آثارِ صحابہؓ اور ائمہ متقدمین کے اتنے متنوّع اقوال و واقعات بیان فرماتے ہیں کہ نہ صرف موضوع کا سمجھنا آسان ہوتا ہے بلکہ وہ گلہائے رنگا رنگ کا ایک ایسا گلدستہ بن جاتا ہے کہ جس سے ہر قسم کے پھولوں کی دلآویز خوشبوئیں ایسی بکھرتی ہیں کہ جو مختلف طبائع اور اذہان وقلوب کو لازوال سرور اور طمانیت سے لبریز کر دیتی ہیں۔

مسکین ناچیز نے شیخ الاسلام کے ہزاروں دروس و خطابات کے گلدستہ سے زیرِ نظر سلسلۂ مضامین کے مختلف موضوعات کے لیے مختلف مقامات سے گل چینی کی کوشش کی ہے۔ شیخ الاسلام نے موقع محل کے مطابق مختلف مجالس علمی، ویمن لیگ، یوتھ لیگ اور مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے پارلیمان اور خاص کر مجالسِ شوریٰ میں جو دُروس اور تربیتی لیکچر عطا فرمائے ہیں ان میں سے مختلف موضوعات کے حوالے سے چیدہ چیدہ اقتباسات کو مرتب کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کی جارہی ہے۔ میں بارِ دگر اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ شیخ الاسلام کے علم وفن کے بحرِ بیکراں میں سے بساط بھر اپنے موضوعات کے لیے کچھ مخصوص موتیوں کی تلاش اور ان کو ترتیب دینا مجھ جیسے کم علم اور کم آگاہ شخص کے لیے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ لیکن نگاہِ شیخ کی تاثیر نے اسے از خود ایک متعلّم کے لیے آسان کر دیا۔

یابم اُورا یا نہ یابم جستجوی میکنم   حاصل آید یا نہ آید آرزوی میکنم

''مقصود ملے یا نہ ملے میں جستجو ضرور کرتا ہوں، مقصد حاصل ہو یا نہ ہو اس کے پانے کی آرزو ضرور کرتا ہوں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا ہے کہ وُہ اس حقیر کوشش کو قبول ومنظور فرمائے اور اس کو قوم وملت کے لیے خیر اور اصلاح کا سبب بنا دے۔ آئیے! شیخ الاسلام کے افکار پر مشتمل اس سلسلۂ مضامین کا آغاز کرتے ہیں:

جماعت اور اداروں کی ضرورت اور اہمیت

دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے کوئی بھی شخص اکیلا وُہ سب کام کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کہ جو اُس کی سب ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ لہذا ہر انسان کو دوسرے انسانوں، اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات اور اشیاء کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص یا متعدد اشخاص کے ساتھ مل کر کسی خاص غرض و غایت اور مقصد (objective, purpose) کے حصول کے لیے کام کرتا ہے تو اِن متعدد اشخاص کے آپس میں مِل کر اکٹھا کام کرنے کو عرفِ عام میں جماعت، انجمن، پارٹی یا گروپ کہتے ہیں۔

ہر ایسی جماعت (Group) کے لیے آسانی اور سہولت سے اپنا مقصد اور نصب العین حاصل کرنے کے لیے ایک پر سکون ماحول (conducive environment) کی ضرورت ہوتی ہے۔جس کا برقرار اور قائم رکھنا جماعت کے ہر شخص کے لیے لازم ہوتا ہے۔ اس گروہ، جماعت، انجمن یا پارٹی کے افراد جس جگہ، مقام اور ماحول میں مِل کر باہمی تعاون سے کام کرتے ہیں۔ اس کو ''ادارہ (organization) کہتے ہیں۔

ادارہ کے لغوی معنی، تعریف اور تشریح

ادارہ کا لغوی معنی ذمہ داری (obligation,trust,charge,responsibility,duty) ہے جب کسی شخص کو کسی کام کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے تو عربی میں کہتے ہیں " ادرتُ فلا ناً علی الامر" (میں نے فلاں پر کام کو لازم کر دیا) اور اگر کسی شخص کو ذمہ داری سے فارغ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔''ادر تہُ عن الامر" (میں نے فلاں سے کام چھوڑنے کا کہہ دیا ہے۔) اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی فرد یا افراد یا لوگوں کی کثیر تعداد مل کر کسی جماعت یا ادارہ میں کام کرتی ہے تو ان پر وہاں کسی خاص مقصد کے لیے کیے جانے والے کام یا متعدد کام کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک اقرار نامہ یا عہد نامہ (Contract, agreement) کے ذریعے تفویض کردہ امور کا تعین کیا جاتا ہے جن کی پابندی بہر صورت لازم قرار دی جاتی ہے۔

☆ انگریزی لغت کے مطابق لفظ ادارہ (institute) کے لُغوی معنی بطور فعل (verb) ایک نظام کے قیام، شروعات، تشکیل، ایجاد اور اس کے ذریعے کسی مطلوبہ مقصد کے حصول اور اُس کے لیے کام کرنا ہوتا ہے۔

☆ جدید سوشیالوجی کے ماہرین کے مطابق ادارہ معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی ربط و ترتیب (interaction) کے وقت انسانی افعال اور اعمال کو باضابطہ مرتب (regulate) کرتا ہے۔

ادارتی نظام میں ذمہ داری (obligation and reponsiblility) کے علاوہ دوسری خاص بات ''اختیار'' (authority) کی ہوتی ہے جس کے ذریعے معاشرہ کے افراد کے ان روّیوں (behaviours) کو منضبط کیا جاتا ہے کہ جس کے ذریعے مطلوبہ مشترکہ مقاصد کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایک جماعت کے قیام اور اس کی ذمہ داریوں کی طرف یوں متوجہ فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (آل عمران: ۱۰۴)

''اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں''۔

اس آیہ کریمہ کا مرکزی نکتہ لفظ ''جماعت'' اور

اس خاص جماعت کے وُہ کام ہیں جس کو سرانجام دینے کے لیے اس جماعت کی تشکیل کا حکم دیا گیا ہے اور جس کی تعمیل ہر مسلمان پر واجب ہے۔قرآن مجید کے دیگر متعدد مقامات پر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس خاص جماعت، گروہ، پارٹی اور اس کی ذمہ داریوں کا ذکر بہت صراحت سے فرمایا ہے:

۱۔ سورہ الانبیاء کی ایک سو پانچویں آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"اور ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہوں گے"۔

۲۔ سورہ نور کی پچانویں آیہ کریمہ میں ارشاد رب جلیل ہے۔"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ ان سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ(ایک نہ ایک دن) ان کو ملک کی خلافت(یعنی حکومت) ضرور عنایت کرے گا۔ جیسے ان لوگوں کو عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں"۔

۳۔ سورہ المجادلہ کی اکیسویں آیہ کریمہ میں ارشاد ربّانی ہے" اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے(یعنی طے کر دیا ہے) کہ بے شک (ہمیشہ) میں اور میرے رسول علیہم السلام ہی(باطل کے مقابلے میں) غالب اور فتح یاب ہوں گے"۔

۴۔ اسی سورہ المجادلہ کی بائیسویں آیہ کریمہ میں "حزب اللہ" یعنی اپنی پارٹی کے لوگوں کے بارے میں اپنے محبوب پاک ﷺ اور گروہ انبیاء و صالحین کو خوشخبری عطا فرمائی گئی۔

منہاج القرآن کے قیام کا مقصد

ادارہ/ جماعت کی اسی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر ہم سب نے مل کر"ادارہ منہاج القران انٹرنیشنل" کی بنیاد ڈالی۔ اس ادارہ کے قیام کا مقصد احیائے اسلام،غلبہ دین حق کی بحالی اور امتِ مسلمہ کے احیاء و اتحاد اور دنیا کے سامنے دین اسلام کی وہ حقیقی تصویر پیش کرنی ہے جس میں فرقہ پرستی، جبرواستبداد،ظلم وستم اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جس کی حقیقی معاشرت کی بنیاد حُسنِ خُلق، احترام آدمیت اور تکریم انسانیت پر قائم ہے۔یہ ہماری مشترکہ غرض و غایت اور مقصد ہے جو کہ ہم قران و سنت نبوی کی منہج (methodololgy) کے مطابق جدوجُہد کر کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ جب سے ہم سب نے مل کر ادارہ کی بنیاد ڈالی اورایک منظّم اور باوقار انداز سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور نبی مکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر؛ دعوت وتبلیغ دین، اصلاح احوال امت، تجدید و احیائے دین، غلبہ و نفاذِ اسلام کے نصب العین اور مشن کی تعمیل اور تکمیل کی جدو جہد کا آغاز کیا ہے، اللہ سبحان و تعالیٰ کی مدد ونصرت سے اس میں مسلسل کامیابی ہورہی ہے۔ ہر ذیلی، بالائی اور مرکزی سطح کی تنظیمات کی کارکردگی، رفقاء و کارکنان کی لگن، انتھک محنت اور جُہد مسلسل میری نظر میں ہیں اور یہ کاوشیں اپنی مثال آپ ہیں۔

دنیا بھر کی تمام براعظموں، ممالک، شہروں اور تحصیلوں تک کی تنظیمات میں بہت جذبہ اور جوش ایمانی کے ساتھ کام ہورہا ہے۔ بوڑھے، جوان ،مرد، خواتین،طلبہ و طالبات سب مل کر اشاعت اسلام اور دین مبین کے فروغ کے لیے ہم آواز، ہمقدم اورہم آہنگ ہو کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان میں جوش و جذبہ ہے، قوت ایمانی اورلگن ہے۔ ان کارکنان کا تعلق دینی اور دنیاوی علوم وفنون کے مختلف شعبہ جات سے ہے۔ یہ تمام احباب اکلِ حلال کمانے کے علاوہ رضا کارانہ طور پر اپنے علاقوں اور مرکز پر ادارہ منہاج القران کے لیے بھی کام کر رہے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ جہاں، جس جگہ اور جس مقام پر بھی یہ افراد کام کر رہے ہیں، منہاج القران کے بنیادی

اصولوں،تعلیمات اور احکام شرعی کے مطابق پوری ایمانداری، دیانت اور محنت سے اپنے فرائض کو انجام دے رہے ہیں۔ یہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم، ہمارا مذہبی فریضہ اور ذمہ داری ہے۔یہی دنیا میں رہنے کے لیے اسلامی طرز زندگی ہے۔ یہی مقصدِ تخلیق آدم ہے۔ یہ امر میرے لیے ادارہ وتحریک کے قائد،معلّم اور مربی ہونے کے ناطے اطمینان قلبی کا باعث ہے۔ یہی ہمارے مشن کا تقاضہ ہے کہ ہم جس کسی ملک کے کسی بھی ادارہ سے منسلک ہیں وہاں اپنی ذمہ داریوں کو امانت سمجھ کر بطریق احسن پورا کرتے ہیں، مفوّضہ فرائض کی تکمیل کرتے ہیں اور اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ یہی حکم ہے کہ مسلمان کو پوری دیانتداری سے اپنے معاشرتی فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے۔

مجلسِ شوریٰ کے احباب متوجہ ہوں!

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے اعلیٰ مشاورتی فورم مجلس شوریٰ کے قائدین (جن کوتحریک کی تمام ذیلی و اعلیٰ انتظامی سطحوں کی تنظیمات یعنی یونین کونسل سے لے کر تحصیلی، ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح کے کارکنان اور عہدیداروں نے شوریٰ کے اراکین کی حیثیت سے منتخب کیا ہے۔) کو جو ذمہ داری تفویض کی گئی ہے یہ ایک بہت بڑی قومی امانت ہے اور وہ اس کے امانتدار ہیں۔ یہ انتخاب ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو تنظیمات کے اراکین اور رفقاء کے اعتماد(trust) کی صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ ادارہ کے رفقاء اور وابستگان کسی بے ہنگم ہجوم، بے سمت گروہ یا گم کردہ راہ پارٹی اور جماعت سے وابستہ افراد نہیں ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ، یہ ایک ایسے منظّم ادارہ(well- organized institute) اور جماعت کے ذمہ دار اراکین ہیں کہ جس کو اللہ جل مجدہٗ نے قران حکیم میں ''حزب اللہ'' یعنی ''اللہ کی پارٹی'' یا اپنی جماعت قرار دیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک نبی آخرالزمان ﷺ کی جماعت کے افراد، دنیا کی ان جماعتوں اور پارٹیوں کے افراد جیسے قطعاً نہیں ہوسکتے جو اللہ تعالیٰ کے صریح احکامات سے روگردانی اور انحراف کرتے ہوئے بدی اور برائی کے ان اعمال میں مصروف ہیں اور جنہیں قران حکیم میں حزب الشیطٰن یا شیطان کی پارٹی کے نام سے پکارا گیا ہے۔

بنیادی امور کی تفہیم کی ضرورت

''حزب اللہ'' (اللہ کی جماعت) ہونے کی بناء پر اگر ہم اس قدر منفرد و ممتاز ہیں تو ہمیں ادارہ، اس کی تشکیل اور ذمہ داریوں کے حوالے سے درج ذیل امور کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔:

۱۔ قرآن حکیم اور احادیث شریف میں اسلامی ادارہ میں کام کرنے والوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

۲۔ اسلامی ادارہ کے قوانین،قواعد و ضوابط کے مصادر و منابع، اہم عناصر اور اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟

۳۔ اسلامی ادارے کے فکری امتیازات و خصوصیات اور اہداف و مقاصد کیا ہیں؟

۴۔ اسلامی ادارے کے قائدین، ناظمین اور رفقاء کے لازمی صفات اور سلبی مواصفات (negative traits) کیا ہیں؟ کہ جن سے قائدین و کارکنان کا احتراز لازم ہے؟

۵۔ اسلامی ادارے پر جب آزمائشوں، مصائب اور مشکلات کا دور آتا ہے تو قائدین اور کارکنان کو قران وسنت کی روشنی میں کس طرح کا روّیہ اختیار کرنا چاہیے اور کس سے رجوع کرنا چاہیے؟

۶۔ ایک اسلامی ادارہ کے قائدین اور کارکنان کا عوام الناس کے ساتھ کیسا روّیہ لازم ہوتا ہے؟

۷۔ ادارے کی منتظمیت (management) کے اہم وظائف اور عملیات (functions) کیا ہیں؟

٨۔ قائدین اور کارکنان کی عملی تربیت کیسے کی جاتی ہے اور بہتر تربیت اور موثر ابلاغ کاری کی ادارے کی نشوونما اور ارتقاء میں کیا کردار ہوتا ہے؟

٩۔ اسلامی اداروں میں باہمی مشاورت کیسے کی جاتی ہیں اور مجالس شوریٰ کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے؟

١٠۔ قیادت کو صحیح مشورہ دینے کی کیا اہمیت ہوتی ہے، مشورہ دینے کے اہل افراد کون ہوتے ہیں اور کن صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ نیز اہل مشیروں کی عزت و توقیر کیسے کی جاتی ہے؟

١١۔ ادارہ کے کارکنان اور عوام الناس کے ساتھ ترغیباتی عمل، دعوتی روّیہ اور خوشگوار باہمی تعلقات کیسے ہونے چاہئیں؟

١٢۔ مختلف شعبہ جات، فورمز اور تنظیمات کے درمیان باہمی ربط اور تعلقات کی کیا اہمیت وضرورت ہے؟

١٣۔ کارکنان میں سے بہترین افراد کے انتخاب اور تقرری کی کیا اہمیت ہے؟

١٤۔ ادارہ اور اس کے اثاثہ جات کی حفاظت کے لیے موثر منصوبہ بندی اور اثاثہ جات کی حفاظت کے لیے تصور امانت، دیانت اور عدالت کی ضرورت اور اہمیت کیا ہے؟

١٥۔ مرکزی شعبہ جات، فورمز اور ہر زیریں سطح کی تنظیمات کی نگرانی کے لیے مسلسل دورہ جات اور معائنے کی ضرورت، انضباط و انقیاد، اور راہ نمائی کی ضرورت۔

١٦۔ ادارہ میں نظامِ نظارت، احتساب، مکافات اور تعزیرات کے قیام کی اہمیت اور ضرورت ۔

گزشتہ تین دہائیوں سے ان موضوعات پر میں معزز اراکین شوریٰ کی مختلف مجالس اور محافل میں جب بھی موقع ملا، ہم کلام رہا ہوں۔ میں نے تقریباً اپنی ہر مجلس میں اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست کی تشکیل کے ضمن میں اسلامی ادارہ اور اس کے حقیقی نظام کے قیام کی اہمیت اور ضرورت پر گفتگو کی ہے۔ان سب موضوعات پر میری کتب کے علاوہ آڈیو ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز میں میرے سینکڑوں خطابات موجود ہیں۔ مجھے امید ہے کہ باشعور اراکین شوریٰ اور دیگر ذمہ داران ان کتب، کیسیٹس اور سی ڈیز کو بار بار پڑھتے اور سنتے بھی ہیں اور میرے خطابات کے ضروری نکات کے نوٹس بھی لیتے ہیں۔ ادارہ منہاج القران کے تمام قائدین ، ناظمین اور کارکنان کے لیے ان سے استفادہ ضروری ہے۔ ان میں سے چند اہم نکات کی اہمیت کے پیش نظر انہیں ایک مرتبہ پھر بیان کیا جارہا ہے۔

اداروں کے قیام کے مقاصد میں فرق

مختلف ادارے اپنے کام اور مقصد کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف فرائض سرانجام دیتے ہیں۔کسی کا کام اور مقصد کاروباری کارپوریشن چلانا ہوتا ہے اور ان کا مقصد نفع کمانے کے لیے کام کرنا ہوتا ہے۔بعض غیر منفعتی بنیاد پرفلاحی اور رفاہی کام کرتے ہیں۔بعض حکومتی ادارے ریاستی نظم ونسق قائم کرنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ الغرض موجودہ دور میں معاشرے کے مختلف سطحوں پر قائم ادارے مختلف کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ بحمد اللہ تعالی ہمارا ادارہ منہاج القران انقلابی سطح پر ایک نیک، صالح اور انصاف پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل کی جدو جہد میں مصروف عمل ہے۔ ہمارا نصب العین اور مقصد ہمارے دستور میں بنیادی اصولوں کے مطابق پوری وضاحت سے درج ہے۔ یہ فقط رضائے الٰہی اور نبی مکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لیے قائم ایک فلاحی اور رفاہی ادارہ ہے جس کا ایک اہم فریضہ ریاستی اداروں کو قران و سنت کی روشنی میں اسلامی طرز حکمرانی کے آداب و فرائض سے آگاہی فراہم کرنا بھی شامل ہے۔

ہمارے ادارے اوردیگر دنیاوی اداروں کے بنیادی اصولوں اور محکمانہ حقوق وفرائض میں بنیادی فرق یہ ہے کہ دوسرے اداروں میں کام کرنے والے اپنے ادارے کے مالک کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں اور اس کے مفادات

کی تکمیل کے بارے میں سوچتے ہیں۔ دنیاوی ادارے نفع کمانے کے لیے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر خوفِ خدا، تقویٰ، پرہیز گاری، امانت، دیانت اور عدالت کا کوئی واضح تصور نہیں ہوتا جبکہ ہمارے ادارہ کی بنیاد خوفِ خدا، تقویٰ اور ہر کام کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے ''جوابدہی کے تصور'' پر قائم ہے۔

حکومتی اور نیم حکومتی اداروں میں نوآبادیاتی حکومت کے وقت سے رائج غیر اسلامی افسر شاہی نظام (beurocratic system) میں حاکمانہ رعب داب قائم کرنے، حکومت کے احکامات کی بہرصورت تکمیل اور جابرانہ طرزِ عمل کی وجہ سے امانت اور دیانت کے بجائے زیادہ تر ذاتی تحکم، استبداد اور مفادات پیش نظر رکھے جاتے ہیں۔ حکام بالا کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا سے بے خوف ہو کر اکثر کام بے انصافی سے کیے جاتے ہیں۔ معصوم عوام کا مال حکام بالا کے سامنے لقمہ حرام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان ریاستی اداروں میں امانت، دیانت اور عدالت کا تصوّر مفقود ہوتا ہے لہذا وہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انحراف معمول بن جاتا ہے۔

وطن عزیز اسلامی ادارتی نظام سے محروم کیوں؟

وطن عزیز پاکستان کو قائم ہوئے انہتر برس ہو چلے ہیں۔ میں نے پاکستان بنتے نہیں دیکھا لیکن اپنے والد گرامی فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمۃ اللہ، دیگر بزرگوں اور اساتذہ کی زبانی تحریک پاکستان کے لیے مسلمانوں کی جِد و جُہد کی لازوال داستانیں اور مسلمانانِ برصغیر کی عظیم مالی اور جانی قربانیوں کی وُہ ایمان افروز داستانیں سنی ہیں کہ جو آج بھی ہمارے قلوب کے لیے تقویت ایمانی کا سبب ہیں۔ اُن کی ان لازوال جسمانی و مالی قربانیوں کا مقصد یہ تھا کہ اپنے دینی نظریہ کی آبیاری کر کے ایک ایسا وطن آباد کریں کہ جہاں دین اسلام کے اصولوں کے مطابق امانت، اہلیت، دیانت اور عدالت کی بنیاد پر ایسی حکومت قائم کر سکیں۔ جہاں اسلامی ادارتی نظام کے تحت ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے کہ جس کی بنیاد احترامِ آدمیت، تکریمِ انسانیت اور ایسی انسانی مساوات پر قائم ہو۔ جہاں محدود گروہی، لسانی، طبقاتی اور جغرافیائی عصبتیں مفقود اور معدوم ہوں۔

لیکن شومئے قسمت کہ بانیان پاکستان کے بعد وطن عزیز کا عنانِ اقتدار بجائے نیک صالح حریت پسند صاحبِ ایمان، مسلمان اہل فکر و دانش کے بجائے تحریک پاکستان کے ان بھگوڑے جاگیرداروں، نوابوں، وڈیروں اور چوہدریوں کے ہاتھ آیا کہ جو انقلاب کے ایام میں ایسے کونے کھدروں میں رو پوش ہو گئے تھے کہ جیسے وہ برصغیر پاک و ہند کے باسی ہی نہ ہوں۔ اقتدار پر مسلط یہ گروہ اور افراد غیر ملکی نو آبادیاتی حکمرانوں کے وہ سابقہ ایجنٹ تھے کہ جن کو تحریک کے ایام میں اسلام پسند قوم پرستوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور انقلابیوں کی طاقت کو کچلنے میں مدد دینے پر انعام کے طور پر بڑی بڑی جاگیروں، انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا تھا، ان میں کوئی نواب بن گیا تھا کوئی رائے بہادر اور کوئی ارباب۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد کچھ عرصہ یہ ملّت فروش تو اس خوف مارے خاموش رہے کہ ان کے ساتھ ملک و ملت کے خلاف غداری کی پاداش میں خدا جانے کون سا سلوک روا رکھا جائے گا۔ لیکن بعد ازاں فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام اور جمہوریت کو برائے نام اختیار کرنے کی بناء پر تحریک پاکستان کے یہ بھگوڑے اور ملت فروش عناصر اپنی دولت، ثروت، طاقت، دھونس، دھمکی اور اپنی جاگیروں، محکوم مزارعوں، دہقانوں، کاشتکاروں اور ملازمین کے ووٹوں کے بل بوتے پر قومی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے اراکین منتخب ہوتے چلے گئے اور اپنے طبقہ

کے سیاسی گٹھ جوڑ کی بنا پر وزارتوں اور اہم حکومتی مناصب پر قابض ہوگئے اور آج تک قابض چلے آرہے ہیں۔

ان انہتر برسوں میں ؛ ہماری اسلامی ریاست اور پاکستان کے عوام کے ساتھ ان نا اہل، خائن، بد دیانت اور بے انصاف حکمرانوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ ریاست اور عوام الناس کی تباہ حالی اور بربادی کی داستان اہل وطن کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے۔ آج پورے روئے زمین پر وطن عزیز پاکستان کا نام دہشت گردی، وحشت و بربریت، قتل و غارتگری اور بد امنی کے حوالے سے لیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے ممالک اپنے شہریوں کو پاکستان کا سفر نہ کرنے یا اس میں احتیاط کے احکام جاری کئے ہُوئے ہیں۔ غیر ملکی افراد پاکستان میں سفر کرنے سے گریزاں ہیں۔ وطن عزیز کی رعایا کی عزت و ناموس، چادر اور چار دیواری کی کوئی توقیر ہے اور نہ حکومت کی جانب سے شہریوں کی جان و مال کا کوئی تحفظ۔ پاکستان کے حکمرانوں اور اعلیٰ حکام و عمال کے سوا، ملک عزیز میں کسی شہری کی جان و مال محفوظ نہیں ہے۔ حکمران اور ان کے اہل وعیال کی حفاظت کے لیے ہروقت ہزاروں کی تعداد میں فوجی، نیم فوجی دستے اور پولیس کے اہلکار موجود ہوتے ہیں لیکن رعایا، اہل وطن اور علم وفن کی دنیا کے نامور علماء و مشائخ کی زندگی کی حفاظت کا کوئی سامان ہے اور نہ کوئی ضمانت۔ یہ ہماری اس نظریاتی ریاست کی حالت ہے کہ جس کے حکمران کسی نہ کسی طور منتخب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کے سامنے ملک و ملت اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کا عہد کرتے ہیں۔ لیکن ان کی عملی زندگی کی تصویر اللہ کے ساتھ کیے گئے عہد اور اقرار کے سراسر منافی ہوتی ہے۔

مشہور چینی کہاوت ہے کہ مچھلی کے جسم میں خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کا سر خراب ہو جاتا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے حکمران جو قومی جسد میں سر کی مانند ہیں، گل سڑ کر خراب ہو چکے ہیں۔ ان کا ذہن، دماغ، عقل، فکر اور شعور خستہ و خراب ہو چکا ہے۔ لہذا ان کی وجہ سے عوام الناس میں بھی فکر و نظر کی ایسی خرابی دَر آئی ہے کہ وہ قومی احساس زیاں سے محروم ہو گئے ہیں اور ظالم حکمرانوں کے خلاف آواز اٹھانے سے قاصر ہیں۔ وطن عزیز کی بدنصیبی کہ حضرت قائد اعظمؒ اور ان کے چند گنے چنے ساتھیوں کی رحلت کے بعد قوم کو آج تک کوئی اہل، دیانتدار، باصلاحیت، اہل فکر و نظر قیادت نہیں مل سکی۔ جو اہل اور صاحب نظر افراد ہیں ان کو موجودہ کرپٹ نظام انتخاب اور فرسودہ سیاسی نظام آگے آنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے۔ اس کے عوام طبعاً اور فطری طور پر اسلامی الذہن ہیں۔ اس کے بچے بچے کے ذہن میں دین سے محبت کا جذبہ ہے گو کہ ان کی تعلیم و تربیت کی بنیاد قران و سنت کے احکامات کے مطابق نہیں ہو رہی اور عوام الناس کی اکثریت ''معیاری دین'' کے تقاضوں سے بے خبر ہے لیکن یہ جب بھی اپنے نااہل حکمرانوں کے دین مخالف کرتوت دیکھتی ہے تو ان پر نفرین ضرور کرتی ہے۔ اسلامی احکام السلطانیہ کے مطابق قوم کا بدترین حاکم وہ ہوتا ہے کہ عوام جس سے نفرت کرے اور برا بھلا کہے۔ ہمارے ہاں آج پاکستان کا ہر شہری حکمرانوں کی نا اہلی، خیانت، بد دیانتی، بے انصافی، لوٹ کھسوٹ اور عیاشیوں پر نفرین کہہ رہا ہے۔ حکمرانوں کی نا اہلی کا سب سے بڑا ثبوت قومی ریاستی اداروں کی تباہ حالی ہے۔ حکومت کا ہر ادارہ ما سوائے پاک فوج اور نیوکلیائی پاور کے اداروں کے تباہی کا شکار ہے۔ یہ سب اس عہد سے روگردانی کا نتیجہ ہے جو مسندِ اقتدار پر براجمان ہوتے وقت نا اہل حکمران اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کرتے ہیں۔

کیا اس لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے

14 اگست، یوم آزادی کی مناسبت سے خصوصی تحریر

عین الحق بغدادی☆

آزاد و خودمختار قومیں اپنی آزادی کا جشن بھرپور انداز میں منایا کرتی ہیں۔ آزادی کی خوشیاں منانا یقیناً زندہ قوموں کا شیوہ ہے۔ قرآن مجید میں بھی حکم ہے کہ جب کسی نعمت کا حصول ہو تو اُس پر خوب خوشی کا اظہار کرو۔ پاکستان کی آزادی بھی ایک بہت بڑی نعمتِ خداوندی اور عظیم فضل ہے کہ اُس نے مسلمانوں کو ایک ایسا خطہ زمین عطا کیا جو معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ پاکستانی ہر سال 14 اگست کو اپنی آزادی کا جشن مناتے ہیں مگر غور طلب نکتہ یہ ہے کہ کس سے اور کیسی آزادی؟ یہی وہ سوال ہے جس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

چودہ اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر ظاہر ہونے والا ملک پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ دو قومی نظریہ کی آسان تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ اس نظریے کے تحت ہندو اور مسلمانوں کو ہر لحاظ سے دو الگ الگ قومیں قرار دیا گیا۔ شاہراۂ آزادی پر دو قومی نظریہ وہ پہلا سنگِ میل ہے جسے مشعلِ راہ بنا کر بالآخر مسلمان چودہ اگست 1947ء کو اپنی منزل حاصل کرنے میں سرخرو ہوئے۔ پاکستان کرّہ ارض کا وہ واحد خطہ ہے جس کی بنیاد ایک نظریے پر رکھی گئی اور وقت کی سفّاک طاقتوں سے اس نظریے کو منوانے کے لیے مسلمانانِ ہند نے اَن گنت قربانیاں دے کر قائدِ اعظم اور علامہ محمد اقبال کے تصورِ پاکستان کو عملی جامہ پہنایا۔ قائد اعظم کا تصورِ پاکستان یہ تھا کہ یہاں ایک عوامی حکومت ہو گی۔ انہوں نے اپنے پیغامات میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کیا تھا جو ظالمانہ اور قبیح نظام کے ذریعے پھل پھول رہے تھے اور اس نظام نے انہیں اتنا خودغرض بنا دیا تھا کہ عوام کی لوٹ کھسوٹ اُن کے خون میں شامل ہوگئی تھی۔

پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے اکتوبر 1947ء کو قائدِ اعظم نے اپنے پہلے خطاب میں فرمایا:

''میں ایسا پاکستان دیکھنا چاہتا ہوں جو آزاد انسانوں کا ملک ہو۔ جہاں اسلامی اقدار کا تحفظ ہو۔ جو اسلامی ثقافت کا علمبردار ہو۔ جہاں معاشرتی عدل و انصاف فطری بنیادوں پر قائم ہو۔ جس میں لوگوں کی جان و مال محفوظ ہو۔ اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہوں۔ رشوت ستانی، بدعنوانی، اقرباء پروری اور نسلی و علاقائی اور صوبائی تعصّب کا وجود نہ ہو''۔

اگر ہم قائد اعظم کے پاکستان میں جائیں تو ہزاروں مشکلات اور غربت کے باوجود ہم امیر ملک تھے۔ اس وقت ڈالر کی قیمت 12 آنے (75 پیسے) تھی۔ برطانوی پاؤنڈ کی قیمت ایک روپیہ تھی اور ایک

☆ (ڈپٹی ڈائریکٹر میڈیا سیل PAT،MQI) ainulhaq70@gmail.com

روپے کا 6 سیر آٹا ملتا تھا، بجلی کا بل سہ ماہی آتا تھا اور 3 روپے سے زائد نہ ہوتا تھا۔

قائداعظم کے پاکستان کا وزیر ہر پہر سوٹ نہیں بدلتا تھا، سرکاری خرچ پر عزیزوں دوستوں اور اپنے چیلوں کو حج وعمرہ اور بیرونی دوروں پر نہیں لے جایا جاتا تھا۔ سرکاری دورے بہت کم افسران کرتے تھے جبکہ آج کے ''غریب'' وزیراعظم علاج بھی حکومتی خرچ پر کرواتے ہیں اور دیوالیہ پی آئی اے سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنا فرض سمجھتے ہیں اور بوئنگ 777 کی تمام نشستیں نکال کر وہاں صرف 24 نشستیں لگا کر وزیراعظم صاحب کو واپس لایا جاتا ہے اور اس عمل کو مکمل کرنے کے لئے اس جہاز کو کئی ہفتے قبل معمول کی پروازوں سے روکنا پڑتا ہے جس سے پہلے سے بے حال پی آئی اے کو کروڑوں کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ سارا کچھ اس وقت ہوتا ہے جب ان کا نام کرپشن کے بے تاج بادشاہ کے طور پر لیا جاتا ہے۔

قائداعظم نے اپنے پاکستان میں سربراہ مملکت ہونے کے باوجود کوئی بیرونی دورہ نہیں کیا جبکہ آج کے پاکستان میں سربراہ مملکت کہلاتا ہی وہ ہے جس کا ملک میں اور پارلیمنٹ کے بجائے بیرونی دوروں پر زیادہ وقت صرف ہو۔ قائداعظم کے پاکستان میں ان کی گاڑی کے آگے صرف 2 موٹر سائیکل ہوا کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ بھی نہیں مگر افسوس آج کے پاکستان میں مہنگی گاڑیوں کا ان گنت قافلہ بھی ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں۔

قائداعظم کے پاکستان میں اقربا پروری بالکل نہ تھی۔ ایک بار آپ کے بھائی احمد علی جناح ان سے ملنے آئے۔ سیکرٹری کو اپنا کارڈ دیا جس پر لکھا تھا ''احمد علی جناح، برادر بانئ پاکستان'' تو آپ نے اس وجہ سے اسے ملنے سے انکار کر دیا تھا کہ انہوں نے کارڈ پر اپنے نام کے ساتھ بانی پاکستان کا حوالہ کیوں لکھا ہے۔ مگر آج ایک ہی خاندان کے چالیس چالیس لوگ حکومتی نظام چلا رہے ہیں جبکہ ان سب کے پاس کوئی حکومتی عہدے بھی نہیں۔

قائداعظم کے پاکستان میں نسلی وگروہی اور مذہبی تعصّبات نہیں تھے مگر ہم لسانی تعصب کی بنیاد پر قائداعظم کا حاصل کردہ آدھا پاکستان دولخت کر چکے ہیں اور موجودہ پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے پوری کوشش کر رہے ہیں۔ مذہبی تفرقہ سازی، مذہبی فرقہ واریت قائداعظم کے پاکستان کی نہیں افسوس! یہ موجودہ حکمرانوں کی سرپرستی کی وجہ سے آج کے پاکستان کی پہچان ہے۔

الگ وطن کے حصول کا مقصد

وہ کون سی وجہ تھی جس کے لیے ایک نیا ملک بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی؟ متحدہ ہندوستان کے کچھ مسلمان بادشاہ اتنے لبرل ہو گئے تھے کہ وہ آہستہ آہستہ مذہب سے بھی آزاد ہو گئے۔ حتی کہ ہندو مسلم مذہب اُن کے لیے برابر ہو گیا۔ اُن کی مذہب سے اس دوری نے اور ہندو مسلم دشمنی نے چالاک انگریز کے ہندوستان پر قبضے کو آسان بنایا۔ جب انگریز اور ہندو مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے اور کچھ مسلمان مفاد پرست و جاگیردار بھی اُن کے ساتھ ہو لیے تو ایسی صورت میں مسلم اکابرین کے قلوب و اذہان میں ایک الگ وطن کی آرزو اٹھی جو آہستہ آہستہ تحریک آزادی میں تبدیل ہو گئی۔

مسلمانانِ ہند کے لیے ایک ایسا الگ وطن جو مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ہو اور جہاں مسلمان مذہبی آزادی کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں، یعنی مذہبی اصول وضوابط پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔۔۔ جہاں کسی اور کی نہیں عوام کی حکومت ہو۔۔۔ استحصال کی بجائے انصاف ہو۔۔۔ عوام کو حصولِ حق کیلئے سڑکوں پر نہ نکلنا پڑے۔۔۔ عدل و انصاف کا بول بالا ہو۔۔۔ معاشرتی و معاشی ناانصافی کے بجائے دولت کی منصفانہ تقسیم ہو۔

اس ملک کی آزادی کے لیے لاکھوں مسلمانوں

نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ کئی والدین نے اپنے لختِ جگر اور معصوم بچوں کو کھویا۔ لاتعداد عفت مآب ماؤں بہنوں نے اپنی عزتوں کی قربانیاں دیں۔ تباہی کا ایک ہولناک منظر تھا۔ گویا ہر طرف قیامت صغریٰ برپا تھی۔ جہاں ماں باپ کو اپنی اولادوں اور رشتہ داروں کا علم نہیں تھا۔ اس ہولناک تباہی کے دوران اگر والدین سے اُن کے بچے بچھڑ گئے تو پھر بھی اپنے پیاروں کے صدموں کے بوجھ تلے دبے اپنے نئے وطن کی طرف آزادی کی زندگی گزارنے کے لیے عازم سفر رہے۔ اس ملک کی آزادی کے بدلے ہمارے اجداد نے کتنے ظلم سہے اور کیا قیمت ادا کی، ان سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ مگر ایک واقعہ جو ایک انگریز جان کونیل نے اپنی کتاب ''اکنلیک'' میں لکھا ہے اس سے مشکلات و مصائب کا ایک اندازہ سامنے آتا ہے:

''پندرہ اگست 1947ء بھارت کے یومِ آزادی والے دن سکھوں کے ایک ہجوم نے مسلمان عورتوں کو برہنہ کر کے جلوس نکالا، جو گلی کوچوں میں گھومتا رہا۔ آخر میں جلوس میں موجود تمام عورتوں کی عصمت دری کرنے کے بعد کئی عورتوں کو کرپانوں سے ذبح کیا گیا اور باقیوں کو زندہ جلا دیا گیا''۔

چند سوالات

بالآخر ان قربانیوں کے نتیجے کے طور پر 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر وجود میں آنے والے ملک پاکستان کے لیے ہر سال اُس دن کو یوم آزادی کے تشکر کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ میرا پاکستانیوں سے سوال ہے کہ کیا جن مقاصد کے لیے ہم نے اتنی بڑی قربانیوں کے بعد آزادی حاصل کی تھی وہ مقاصد ہمیں حاصل ہو گئے۔۔۔؟ کیا ہم آج ایک آزاد قوم کہلوانے کے حقدار ہیں؟ کیا آج ہم ہندوؤں اور انگریزوں سے آزاد ہیں یا آج بھی ہمارے حکمران متحدہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی خصلتوں کے مالک ہیں اور پاکستان سے بڑھ کر انگریز اور ہندو کے وفادار ہیں۔۔۔؟ کیا آج ہم پاکستان میں اسلامی تعلیمات پر آسانی سے عمل پیرا ہو سکتے ہیں یا اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا قدامت پسندی، اسلامی لباس پہننا اور مسلمانوں جیسی شکل و صورت اپنانا باعث عار و شرمندگی سمجھا جاتا ہے۔۔۔؟

کیا ہم نے آزادی کے بعد جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، کرپشن، استحصال، ناانصافی، ظلم، حق تلفی جیسی برائیوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔۔؟ یا پھر ان تمام برائیوں کو اپنی Core Values میں شامل کر کے زندگی کا طرہ امتیاز بنا لیا ہے۔۔۔؟ کیا آج کی پاکستانی نسل اسلام کے اصل چہرے سے واقف ہے۔۔۔؟ یا تفرقہ بازی ،انتہاء پسندی اور دہشت گردی کو ہی وہ اسلام سمجھ بیٹھے ہیں۔۔۔؟ کیا آزادی حاصل کرنے کے بعد پاکستان میں پوری قوم کے لیے یکساں نظام تعلیم موجود ہے یا آج بھی غریب کے لیے الگ اور امیر کے لیے الگ نظام تعلیم ہے۔۔۔؟ کیا ہمیں صحت اور علاج معالجے کی بنیادی سہولیات میسر ہیں یا ہم اپنے پیاروں کو اپنے گھروں میں اپنی نظروں کے سامنے سسک سسک کر مرتا دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔۔۔؟ کیا ہم آزادی سے اپنے ووٹ (ضمیر کی آواز) کا استعمال کر سکتے ہیں۔۔۔؟ کیا ہمیں آزادی کے بعد ظالم، جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرات حاصل ہے۔۔۔؟

ہر ایک پاکستانی اپنے گریبان میں جھانکے اور سوچے کہ بطور پاکستانی قوم ہماری دنیا میں کوئی مثبت شناخت ہے یا پوری دنیا میں ہم دہشت گرد اور فقیر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔۔۔؟ کیا ہم پاکستان کو اس طرح کا ماڈل ملک بنانے میں کامیاب ہوئے جس طرح بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مفکر پاکستان علامہ اقبال نے سوچا تھا۔۔۔؟ کیا ہمارے اس آزاد ملک میں اقلیتوں کو اُن کے حقوق حاصل ہیں۔۔۔؟

جشنِ آزادی اور ہماری ذمہ داریاں

اگر ایسا کچھ بھی نہیں اور یقیناً ایسا کچھ بھی نہیں تو پھر میرا سوال ہے کہ اے قوم! جشن آزادی کس چیز کا منا رہی ہو؟ جشن آزادی تو اُن چوروں، لٹیروں اور ظالموں کا حق بنتا ہے جو پاکستان کو لوٹ رہے ہیں۔ جنھوں نے کرپشن کے ذریعے اپنی سات نسلوں کے لیے سرمایہ اکٹھا کر کے اس وطن سے کوسوں دور اپنے اپنے وطن قائم کر لیے ہیں۔ غریب عوام کا لوٹا ہوا دو سو ارب ڈالر آج بھی سوئس بنکوں میں ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ کئی سو ارب ڈالر دنیا کے مختلف براعظموں میں آف شور کمپنیوں میں پڑے ہمارے ضمیر جھنجوڑ رہے ہیں کہ گھر میں بیٹھ کر غربت کا رونا رونا ہے یا آگے بڑھ کر اپنا لوٹا ہوا مال واپس لاکر اپنی نسلوں کو سنوارنا اور غلامی سے آزاد کرانا ہے۔

گھر کی دہلیز کے اندر غربت کا رونا رونے سے خوشحالی نہیں آئے گی بلکہ اپنا حق لینے کیلئے ایک بار پوری قوم کو سڑکوں پر نکلنا پڑے گا۔ آج بھی ہم تعلیم کے بنیادی حق سے محروم ہیں۔ غریب آج بھی اس ملک میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا ہے مگر علاج کی سکت نہیں رکھتا اور ہمارے حکمران اپنے دہشت گردوں کو لاکھوں، کروڑوں روپے دے کر اُس ملک میں علاج کے لیے بھیجتے ہیں جن سے ہمارے اکابرین نے ہمیں آزاد کرایا تھا۔

آج ہمارے حکمران اُس مکار ہندو تاجر کے اس ملک کے ساتھ تجارت کو ترجیح دیتے ہیں جن سے ہم نے آزادی حاصل کی تھی۔ آج بھی ہمارے حکمران اُسی انگریز کے پٹھو (عمیل) ہیں جس سے قائداعظم نے ہمیں آزاد کیا۔ آج ہمارے حکمرانوں نے اپنے کاروبار کو بچانے کی خاطر کشمیر کی عوام کی جانوں کا سودا کر رکھا ہے۔ آج اس آزاد مسلمان ملک میں ہماری ماؤں، بہنوں کی عزت محفوظ نہیں۔ آج اس ملک میں مائیں اپنے بچوں کو سکول بھیجنے کے بعد دروازے پر نظریں جمائے بیٹھی ہوتی ہیں کہ اُن کے لال واپس کس حالت میں آئیں گے۔

میرے بھائیو، دوستو، پاکستانیو! 2016ء کے یوم آزادی پر ہمیں سوچنا ہوگا، ضرور سوچنا ہوگا اور فیصلہ کرنا ہوگا کہ اگر اس ملک میں وہ سب کچھ نہیں ہو رہا جس کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔۔۔ وہ سب کچھ نہیں ہو رہا جو عوام کی بہتری کے لیے تھا۔۔۔ اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو حکمران طبقے اور اشرافیہ کی عیاشی کے لیے ہے تو کیا ہمارا کام جشن آزادی منانا ہے یا آزادی کے لیے جدوجہد کرنا۔۔۔؟ جس ملک کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے آباء واجداد نے جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں دیں کیا اُس ملک کو بچانا ہمارا فرض نہیں۔۔۔؟ اگر ہے تو ہم نے یہ فرض ادا کرنے کے لیے کیا کردار ادا کیا ہے۔۔۔؟ کیا ہم نے کسی پاکستان بچاؤ مہم یا تحریک کا ساتھ دیا یا پھر ظالمانہ نظام کے خلاف چلنے والی تحریکوں کی مخالفت کی۔۔۔

ظالمانہ نظام کے سامنے کلمہ حق کہنا ایمان کی اعلیٰ علامت ہے اور الحمدللہ تعالیٰ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں پاکستان عوامی تحریک نے یہ علامت پوری کی ہے اور کر رہی ہے مگر ہم من حیث القوم ایمان کے کس درجے پر فائز ہیں؟ ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ ہم کہیں انجانے میں ریاست بچاؤ تحریک کی مخالفت کر کے اعلیٰ برائی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہے اور ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم پاکستانیت سے نکل کر سیاسی و مذہبی گروہوں میں تقسیم ہو کر انجانے میں اُن لوگوں کے خلاف کھڑے ہوگئے ہیں جو پاکستانی عوام کی آزادی اور حقوق کے حصول کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اور اگر مخالفت نہیں بھی کرتے تو خاموش تماشائی بنے بنی اسرائیل کی قوم کی طرح سب کچھ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی ہماری جان چھڑائے تو ٹھیک ورنہ ہم تو دو وقت کی روٹی کے لئے مجبور ہیں، اتنا وقت اور پیسہ کہاں کہ ایک بار پھر اس نظام سے چھٹکارے کے لئے دھرنا دیں یا سڑکوں پر نکلیں۔

پاکستان کی 69 سالہ تاریخ میں مکار حکمرانوں

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی بھانجی مختصر علالت کے بعد انتقال کرگئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ مرکزی سیکرٹریٹ میں شیخ الاسلام نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم امیر تحریک، محترم ناظم اعلیٰ اور جملہ مرکزی قائدین اور کارکنان کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ شیخ الاسلام نے مرحومہ کی بخشش و مغفرت کے لئے خصوصی دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

اور اشرافیہ سے آزادی اور عوامی حقوق کے حصول کی جنگ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سرپرستی میں صرف پاکستان عوامی تحریک نے لڑی۔ جس میں 17 جون 2014ء کو جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا۔ظالم و جابر حکمرانوں نے ہر سطح پر ڈرا کر خاموش کرانے کی پوری کوشش کی مگر قائد انقلاب کی نڈر قیادت میں کارکنان کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی۔ حتیٰ کہ اس جدوجہد میں تاریخ کا طویل ترین دھرنا بھی دیا گیا۔ ہماری اس کوشش کے باوجود عوام خاموش تماشائی بنی رہی۔ مگر قائد انقلاب نے آزادی کی اس جدوجہد کو جاری رکھا اور آج اُن کی کہی ہوئی چیزیں قوم کے سامنے حقیقت بن کر آ رہی ہیں اور حکمرانوں کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہو رہا ہے۔

پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے شروع کی جانے والی یہ تحریک آزادی جاری ہے بلکہ اب نئے اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ جس طرح اس ملک کے بنانے میں ہمارے والدین نے قربانیاں دی تھیں اسی طرح اس ملک کو ظلم کے پنجہ استبداد سے چھڑانے کے لیے بھی قربانی پیش کریں۔ فیصلہ ہمارا ہے کہ سنت حسینی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ظلم کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں یا بھوک اور بیماریوں سے اپنے پیاروں کو مرتا دیکھتے ہیں۔

اگرچہ اب پاکستان کو بچانے کیلئے پہلے کی طرح کی قربانیوں کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی اگر ہم خاموش تماشائی بنے رہے اور ایک دو وقت کی روٹی اور نوکری کے ڈر کے مارے میدان میں نہ نکلے ،ظالموں سے چھٹکارے کے لیے احتجاج نہ کیا، اپنے آباء کی قربانیوں کی لاج نہ رکھی تو یقیناً فرشتے ہماری مدد و نصرت کو نہیں اتریں گے۔ حصول آزادی کے شہداء کی روحیں تڑپ تڑپ کر پوچھ رہی ہیں کہ آپ کون سا جشن آزادی منا رہے ہیں؟ کیا ہم نے اس لیے قربانیاں دی تھیں کہ دو فیصد طبقہ عیاشی کرے اور عوام بھوکی مرے؟۔ پاکستانیو: سوچیں کیا ہماری رگوں میں وہی غیرت مند خون ہے جس کے ذریعے انگریز و ہندو کے تسلط سے اس ملک کو آزاد کرایا گیا تھا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر جشن آزادی منانے کا وقت نہیں بلکہ آزادی حاصل کرنے کا وقت ہے۔

کیا اس لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
کہ بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگادے

لہٰذا وہ لوگ جو باضمیر و باغیرت ہیں، پاکستانی ہیں اور حصول پاکستان کا مطلب سمجھتے ہیں وہ پہلے اس ملک کو آزاد کرانے میں قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں شروع کی جانے والی اس تحریک کا ساتھ دیں،ظالم نظام سے چھٹکارا حاصل کریں اور پھر آزادی کا جشن منائیں۔ آج کا یوم آزادی تجدید عہد کا دن ہے، آج کے دن اپنی یادداشتوں کے دریچوں میں جھانکیں، سوچیں اور پاکستان کو بچانے کے لیے اپنی کاوشوں،قربانیوں کا حصہ ڈالیں اور اپنی آنے والی نسلوں کو غلامی اور محرومی سے بچا کر آزادی کا تحفہ دیں۔

تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام

تزکیہ نفس، فہم دین، اصلاح احوال، توبہ اور آنسوؤں کی بستی

25 واں سالانہ شہر اعتکاف 2016ء

''تقویٰ، حسنِ خلق اور ادب'' پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے علمی، فکری اور اصلاحی خطابات

رپورٹ: محمد یوسف منہاجین   معاون: محمد شعیب بزمی

ماہ رمضان المبارک کی پرنور ساعتوں میں تجدید و احیائے اسلام کی عالمی تحریک، تحریک منہاج القرآن کو حرمین شریفین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اجتماعی اعتکاف کے انعقاد کی سعادت حاصل ہے۔ یہ شہر اعتکاف حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کی قربت اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کی سرپرستی میں معتکفین کے لئے تعلیم و تربیت کا سامان اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام اجتماعی اعتکاف میں دس دن منظم انداز میں پرکیف تلاوت، ذکر و اذکار، نعت خوانی، درس و تدریس کے حلقہ جات، نوافل اور اجتماعی و انفرادی وظائف کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ شہر اعتکاف میں ہر سطح کے تحریکی کارکنان اور عوام الناس کی کثیر تعداد شریک ہوتی ہے۔ جن کی فکری و نظریاتی، اخلاقی و روحانی اور تنظیمی و انتظامی تربیت کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ وہ مزید بہتر انداز میں دین اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرسکیں۔ امسال بھی 26 جون 2016ء سے تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام 25 واں سالانہ اجتماعی اعتکاف کا انعقاد کیا گیا جس میں اندرون و بیرون ملک سے ہزاروں خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ شہر اعتکاف میں مختلف مواقع پر زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والی نامور شخصیات، مشائخ عظام، علماء کرام، وکلاء اور صحافی حضرات بھی خصوصی شرکت کرتے رہے۔

تحریک منہاج القرآن کی جملہ نظامتوں اور فورمز پر مبنی 50 سے زائد انتظامی کمیٹیوں نے ناظم اعلیٰ و سربراہ شہر اعتکاف محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم احمد نواز انجم (نائب ناظم اعلیٰ)، محترم جی ایم ملک (ناظم امور خارجہ)، ناظم اجتماعات و سیکرٹری شہر اعتکاف محترم جواد حامد اور مرکزی کمیٹی کے دیگر معزز ارکان کی نگرانی میں شہر اعتکاف کے انتظامی امور میں اہم کردار ادا کیا۔ ان تمام امور کی سرپرستی اور نگرانی براہ راست محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے فرمائی جن کی براہ راست راہنمائی جملہ ذمہ داران کو حاصل رہی۔ شدید گرمی اور سخت موسم کے باوجود معتکفین نے بھرپور مذہبی جوش و خروش سے اس شہر اعتکاف میں شرکت کی۔ تحریک کی جملہ نظامتوں، فورمز، منہاج القرآن یوتھ لیگ، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ، منہاج القرآن علماء کونسل، منہاج القرآن ویمن لیگ، پاکستان عوامی تحریک اور جملہ شعبہ جات نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طور پر سرانجام دیا۔ اس 25 ویں سالانہ شہر اعتکاف کی تفصیلی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

معتکفین کے معمولات

معتکفین نے شہر اعتکاف میں درج ذیل معمولات میں انفرادی و اجتماعی حیثیت سے شرکت کی:

۱۔انفرادی معمولات: شہر اعتکاف میں شریک معتکفین کی علمی و روحانی تربیت اور اصلاح احوال کے لئے باقاعدہ ایک نظام کی شکل میں انفرادی معمولات کو بھی منظّم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں معتکفین تہجد، انفرادی و اجتماعی وظائف و تسبیحات، نماز اشراق، نماز چاشت، نماز اوابین، دیگر نوافل اور حلقہ ہائے درود کے ذریعے اپنے باطن کو منور کرنے اور اعتکاف کی برکات کے حصول میں کمر بستہ نظر آتے ہیں۔

۲۔تربیتی حلقہ جات کا انعقاد: شہر اعتکاف میں باقاعدہ تربیتی حلقہ جات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ نظامت تربیت نے معتکفین کی علمی وفکری تربیت کے لئے قرآن مجید، منتخب احادیث، عبادات وعقائد، اخلاق حسنہ اور فقہی مسائل پر مشتمل باقاعدہ اسلامی تربیتی نصاب مرتب کیا ہے۔ ان تربیتی حلقہ جات میں نظامت دعوت کے ناظمین، منہاجینز اور کالج آف شریعہ (منہاج یونیورسٹی) کے طلبہ نے اس تربیتی نصاب کے مطابق معتکفین کی علمی وفکری تربیت کی۔

۳۔فقہی مسائل کی نشست: تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام منعقدہ اس شہر اعتکاف میں ہر روز باقاعدہ فقہی مسائل کی تفہیم کے لئے نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں مفتی اعظم منہاج القرآن محترم المقام مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے معتکفین کے فقہی سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔

۴۔علمی، فکری اور تنظیمی نشستوں کا انعقاد: معتکفین کی علمی وفکری آبیاری اور فہم دین بھی تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام منعقدہ اس اجتماعی اعتکاف کا اہم خاصہ ہے۔ امسال بھی معتکفین کی علمی وفکری اور ذہنی استعداد کو مزید اجاگر کرنے کے لئے شہر اعتکاف میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے معمول کے خطابات کے علاوہ بھی علمی وفکری نشستوں میں اظہار خیال فرمایا۔ علاوہ ازیں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور تحریک کی اعلیٰ قیادت نے بھی مختلف حوالوں سے فکری، نظریاتی اور تربیتی امور پر اظہار خیال کیا۔ اس سلسلہ میں:

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاجینز، MSM، PAT، منہاج القرآن ویمن لیگ، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی، جنوبی پنجاب، شمالی وسنٹرل پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے معتکفین سے الگ الگ نشستیں کیں اور اظہار خیال فرمایا۔

☆ منہاج القرآن یوتھ لیگ کے زیر اہتمام اعتکاف میں شریک نوجوانوں کے لئے منعقدہ علمی وفکری نشستوں سے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم احمد نواز انجم، محترم تنویر احمد خان، محترم سردار شاکر مزاری، محترم ساجد محمود بھٹی، محترم مظہر محمود علوی، محترم قاسم منصور اور دیگر مرکزی قائدین نے اظہار خیال کیا۔

☆ مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیر اہتمام طلبہ کی علمی وفکری آبیاری کے لئے منعقدہ نشستوں سے محترم چوھدری عرفان یوسف، محترم تنویر احمد خان، محترم ابراہیم سیاوش، محترم ملک سعید عالم، محترم رانا تجمل حسین، محترم ہارون ثانی اور دیگر نے اظہار خیال کیا۔

۵۔خطابات شیخ الاسلام: معتکفین کے لئے شیخ الاسلام کے خطابات اس اعتکاف کا ماحصل ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے علمی، روحانی، تربیتی، تنظیمی امور میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ امسال شیخ الاسلام نے معتکفین کی

علمی و روحانی آبیاری کے لئے ’’حسنِ اخلاق‘‘ کے موضوع پر مبنی درج ذیل عنوانات پر اظہار خیال فرمایا:

۱۔علوم نبوت کے امین سیدنا علی المرتضیٰؓ ۲۔توفیق الٰہی ،تقویٰ اور حسن خلق

۳۔اخوت، رفاقت اور حسن خلق ۴۔تعلق مع اللہ کی حقیقت اور حسن خلق

۵۔ہمارا مشرب وصل ہے، فصل نہیں (حسن رفاقت اور حسن خلق) ۶۔تعلق باللہ اور معرفتِ الٰہیہ

۷۔حسنِ ادب اور حسنِ خلق ۸۔اخلاق کیسے سنواریں؟

بعد از نمازِ تراویح معمولات شہرِ اعتکاف

شہر اعتکاف کے روزانہ معمولات میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل شیخ الاسلام کے علمی وفکری خطابات تھے۔ روزانہ بعد از نماز تراویح ہونے والے پروگرامز اور شیخ الاسلام کے خطابات کا خلاصہ ذیل میں نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے:

1۔ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 26 جون 2016ء (اتوار)

نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور ناظم اعلیٰ و سربراہ شہر اعتکاف محترم خرم نواز گنڈا پور نے معتکفین کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر محترم ناظم اعلیٰ نے معتکفین کو اعتکاف کے معمولات کے شیڈول سے آگاہ کرتے ہوئے اعتکاف کے نظم ونسق کی مزید بہتری کے لئے ہدایات جاری کیں۔

نماز عشاء و نماز تراویح کے بعد 25 ویں سالانہ شہر اعتکاف کی پہلی طاق رات کی محفل کا آغاز تلاوت قرآن حکیم اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، شیخ الاسلام کے چھوٹے پوتے صاحبزادہ احمد مصطفی العربی، امیر تحریک محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور، نائب ناظم اعلیٰ محترم احمد نواز انجم، ناظم امورِ خارجہ محترم جی ایم ملک اور جملہ مرکزی قائدین سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے باقاعدہ خطاب سے قبل اعتکاف کے اعلیٰ انتظامات پر سربراہ شہر اعتکاف محترم خرم نواز گنڈا پور، سیکرٹری اعتکاف محترم جواد حامد اور ان کی نگرانی میں قائم اعتکاف کی 50 سے زائد جملہ کمیٹیوں کے سربراہان، ممبران، مرکزی قائدین، سربراہان فورمز کو خصوصی مبارکباد دیتے ہوئے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ محفل نعت کے بعد شیخ الاسلام نے شہر اعتکاف سے اپنا پہلا خطاب ارشاد فرمایا:

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: علوم نبوت کے امین سیدنا علی المرتضیٰؓ)

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْکٰذِبِيْنَ. (آل عمران: ۶۱)

’’آپ فرما دیں کہ آجاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں، پھر ہم مباہلہ (یعنی گڑگڑا کر دعا) کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں‘‘۔

آج یعنی 21 رمضان المبارک کی رات سیدنا مولا علی المرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کی رات ہے۔

لہذا آج ہم ان کے مقام و مرتبہ کا تذکرہ کریں گے۔

اس آیت کریمہ میں مباہلہ کے لئے نجران سے مسیحی علماء کے وفد کی آمد کا تذکرہ ہے۔ اس آیت کے نزول پر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو بلایا اور فرمایا **اللھم ھولآء اھل بیتی**۔ ''یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں''۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے **انفسنا** کے تحت اپنے آپ کو اور حضرت علیؓ کو آگے کیا۔ **نساء نا** کے تحت حضرت فاطمہؓ کو آگے کیا اور **ابناء نا** کے تحت حسنین کریمین کو آگے کیا۔ پس **انفسنا** میں حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ شامل کر کے آپ ﷺ نے حضرت علی کو عظمت عطا کر دی اور ان کے مقام و مرتبہ کو امت کے لئے واضح فرما دیا۔

مسیحی وفد صحابہ اور اہل بیت کی عظمت کو رد کرنے نہیں آئے تھے بلکہ نبوت و رسالت محمدی ﷺ کو رد کرنے آئے تھے، اسلام کی حقانیت کو چیلنج کرنے آئے تھے۔ چاہیے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو حکم دیتا کہ آپ ﷺ اکیلے ان سے مباہلہ کریں۔ کیا آقا ﷺ کا اُن پر بدعا کرنا کم تھا کہ جس کی کمی کو دور کرنے کے لئے باقی نفوس کو بھی اکٹھا کرنے کا حکم دیا؟ حضور ﷺ کے بعد تو کسی کو ساتھ ملانے کی حاجت نہ تھی، پھر بقیہ نفوس کو ساتھ لے جانے کا حکم کیوں دیا گیا؟ قرآن نے حضور ﷺ کو تنہا جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ انفسنا کے تحت ایک ایسے نفس کو اپنے ساتھ لے جانے کا حکم دیا جس میں آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کی جھلک نظر آئے۔ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں میں سے بھی ان کو ساتھ لے جانے کا حکم ہوا جن میں صورت و سیرت ہر اعتبار سے آپ ﷺ کی جھلک نظر آئے۔ پس ذات محمدی ﷺ کا مظہر اتم حضرت علیؓ ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کے وجود اور نسل کا تسلسل حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے آگے قائم ہونا تھا، لہذا ان نفوس کو حضور ﷺ نے اپنے ساتھ شامل کیا اور حکمِ الٰہی کی عملی تفسیر پیش کر دی۔

ہمارے ملک میں خارجیت اور خارجی فکر نے ایک طرف ہماری نسلوں کے سیاسی نظریہ، تصور جہاد، تصور شہادت، تصورِ اعتدال کو تبدیل کیا ہے تو دوسری طرف عقیدہ پر بھی یہ فکر اثر انداز ہوئی ہے۔ اس انتہا پسندی کی وجہ سے فرقہ واریت بڑھی۔ تمام مسالک میں جہاں اختلافات ہیں وہاں ان کے اندر قربتوں کی حدیں بھی ہیں، یعنی اختلاف کے باوجود قربتیں بھی ہیں۔ جن قربتوں کو بڑھانے کی تحریک منہاج القرآن نے ہمیشہ کوشش کی۔ خارجی فکر نے ان قربتوں کو مٹا کر فاصلے اور نفرت بڑھا دی جس کی وجہ سے تمام مسالک ایک دوسرے کو کافر سمجھنے لگ گئے۔

محبتِ اہل بیت وہ نقطہ تھی جہاں تمام مسالک آپس میں ملتے تھے۔ اہل سنت تمام خلفاء راشدین کو مانتے ہیں جبکہ اہل تشیع حضرت علیؓ کو مانتے ہیں۔ گویا ان دونوں کے درمیان اتفاق حضرت علیؓ پر ہے۔ حضرت علیؓ کی محبت و خلافت تمام مسالک میں مشترک ہے۔ خوارج نے انتہا پسندی کی دراڑ ڈال کر اس مشترک نقطہ کو بھی خراب کر دیا۔ ان کے مطابق جو اہل بیت کی بات کرے اس کو شیعہ قرار دے دیا گیا حالانکہ حضرت علیؓ اور اہل بیتؓ سے محبت ایمان کی علامت میں سے ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ سوائے مومن کے علیؓ سے محبت کوئی نہیں کرتا اور سوائے منافق کے علیؓ سے بغض کوئی نہیں کرتا۔

☆ حضرت علیؓ کی شان میں بہت سی احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے شیخ الاسلام نے حضرت علیؓ کے مقام علم پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا مدینة العلم وعلی بابها. ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔

دوسری روایت میں ہے کہ ”جس نے علم کے شہر میں آنا ہو وہ اس دروازے سے آئے“۔

آپ ﷺ نے اپنے علم کی خیرات کے حصول کا اصل طریقہ حضرت علیؓ کو بنایا کہ Proper chanel حضرت علیؓ ہیں۔ کوئی ولی اس وقت تک ولایت نہیں پاسکتا جب تک وہ باب علیؓ سے داخل نہ ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے جھوٹ بولا جو یہ گمان کرے کہ وہ باب العلم (حضرت علیؓ) کے بغیر میرے علم کے شہر میں داخل ہوسکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے علمِ مصطفیٰ ﷺ کے 10 حصے کئے اور اس میں سے 9 حصے حضرت علیؓ کو عطا کئے، بقیہ 1 حصہ کو سب (امت) میں تقسیم کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حضور نے حبر هذه الامة اور ترجمان القرآن قرار دیا ہے۔ آپؓ خود فرماتے ہیں کہ یہ تمام جو میں بیان کرتا ہوں یہ وہ ہے جو میں نے حضرت علیؓ سے سنا اور اُن سے اکتساب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلونی سلونی کی شان حضرت علیؓ کو حاصل تھی۔ صحابہ کرام میں سے کسی کی یہ شان نہ تھی کہ وہ اس طرح کہنے کی جسارت کرسکے کہ مجھ سے جو چاہو سوال کرو، میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تجلی عینی، تجلی علمی، تجلی خفی کا آئینہ و عکاس حضرت علی کو بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ علمِ نبوی کو روایت کیا ہے۔ کتب میں موجود ہے کہ کس صحابی نے کتنی تعداد میں احادیث روایات کیں، حضرت ابو ہریرہؓ نے 5374 احادیث روایات کیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر 2326 احادیث روایت کیں۔ حضرت انس 2286 احادیث روایت کیں۔ حضرت عائشہؓ 2210 احادیث روایت کیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس 1660 احادیث روایت کیں، حضرت جابر بن عبداللہ نے 1540 احادیث روایت کیں اور حضرت علیؓ کے بارے میں کتب میں یہ درج ہے کہ ان سے 3684 احادیث مروی ہیں۔

اس حوالے سے ایک انتہائی اہم بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور یہ بات 12 صدیوں کے ذخیرہ علم میں بیان نہیں کی گئی اور وہ بات یہ ہے کہ تمام کتب حدیث کو کھنگالنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت علی کی مرویات کی تعداد 3684 نہیں۔ محققین نے اس کی صحیح تحقیق نہیں کی، اس سلسلہ میں مطالعہ و تحقیق کی مزید ضرورت تھی۔ آپؓ کی مرویات کی تعداد میری تحقیق کے مطابق 12 ہزار سے زائد ہیں۔ پوری صحاح ستہ میں جتنی روایات موجود ہیں، تنہا حضرت علی سے اتنی تعداد میں روایات مروی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور ﷺ کے علم کے 9 حصے حضرت علیؓ کو حاصل تھے۔ میں نے الحمدللہ تعالیٰ سالوں کی محنت سے ان تمام مرویات کو اکٹھا کرلیا ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد انہیں کتابی شکل میں شائع کردیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علیؓ کے فیض سے مالا مال کرے اور ان کی محبت سے ہمارے دلوں کو منور کرے۔

2۔ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 27 جون 2016ء (سوموار)

☆ نمازِ عشاء اور نمازِ تراویح کے بعد تلاوت قرآن مجید اور نعتِ رسول مقبول ﷺ سے اعتکاف کی دوسری رات کی محفل کا آغاز ہوا۔ معتکفین کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں لوگ شیخ الاسلام کے ملفوظات عالیہ کو سماعت کرنے اور اس روحانی بستی شہرِ اعتکاف سے اکتسابِ فیض حاصل کرنے کے لئے اعتکاف گاہ میں موجود تھے۔ شہرِ اعتکاف میں دن بھر انفرادی معمولات و عبادات کے ساتھ ساتھ اجتماعی طور پر تعلیم و تربیت کے حلقے جاری رہتے ہیں مگر شہرِ اعتکاف کی راتیں درحقیقت پورے اعتکاف کا ماحصل ہوتی ہیں جہاں معتکفین کی علمی، فکری اور روحانی تربیت کا سامان شیخ الاسلام کے خطابات کی

صورت میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ محفل نعت کے بعد شیخ الاسلام نے شہر اعتکاف سے اپنا دوسرا خطاب ارشاد فرمایا:

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: توفیق الٰہی، تقویٰ اور حسن خلق)

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (القلم: ۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)''۔

اس آیت میں درج ذیل چیزیں قابل غور ہیں:

۱۔ صیغہ خطاب میں بات کی جارہی ہے اور اس اسلوب میں بیان محبت سے زیادہ بیانِ حقیقت ہوتا ہے کیونکہ شان تربیت کا تقاضا یہی ہے۔

۲۔ چھوٹا اگر بڑے کو کہے کہ آپ کا خلق عظیم ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے مگر اگر بڑا اپنے سے چھوٹے کو کہے کہ آپ کا خلق عظیم ہے تو یہ بات بہت بڑی ہے۔

۳۔ خلق عظیم کا مطلب ہے کہ محبوب آپ ﷺ بہت بڑے ہیں۔

زندگی کا ہر گوشہ/ فعل/ عادت/ شخصیت و طبیعت اور عمل و فعل کا ہر پہلو اخلاق ہے۔ اخلاق، نماز سے زیادہ وسیع اصطلاح ہے۔ اخلاق سے خارج کوئی چیز نہیں۔ ہر چیز اخلاق میں موجود ہے اچھے اخلاق بھی ہوتے اور برے اخلاق بھی ہوتے ہیں۔ جب کہا جائے کہ آپ کا خلق عظیم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ میں کوئی کمی/ کجی/ نقص ہے ہی نہیں۔ جس بھی حوالے سے دیکھیں آپ ﷺ عظیم ہی عظیم ہیں۔

اللہ اپنے حبیب ﷺ کو فرمارہا ہے کہ آپ کی عادات/ طور طریقے/ اٹھنا بیٹھنا/ چلنا پھرنا/ برتاؤ کرنا ہر چیز عظیم ہے۔ وہ ذات جو خود عظیم اور پاک ہے وہ یہ فرمارہا ہے کہ **انک لعلی خلق عظیم**۔ پورے قرآن میں آپ ﷺ کے اخلاق کے سوا اللہ نے کسی کو عظیم نہیں کہا۔ یاد رکھیں کہ جس کا اخلاق سنور گیا وہ عظیم ہوگیا مگر افسوس کہ ہم اس پر توجہ نہیں کرتے۔

☆ جملہ معتکفین و معتکفات یاد رکھ لیں کہ کوئی از خود اس شہر اعتکاف میں نہیں آیا۔ صرف وہی آیا/ آئی ہے جسے اللہ نے بلایا ہے۔ یہ یقین کرلیں کہ جس کو اللہ نے چنا اور جس کا ارادہ کیا اسی کو اس مجلس میں بھیجا ہے چنانچہ ہر ایک یہاں اللہ کی توفیق سے آیا ہے۔ اللہ نے آپ کا یہاں آنا کیوں مقدر کیا؟ یاد رکھیں اللہ کا چاہنا کسی مقصد کے تحت ہوتا ہے، بلا مقصد نہیں ہوتا۔ اعتکاف کا سب سے بڑا مقصد یہاں آنا اور سنور کر جانا ہے۔ اگر سنور/ بدل کر نہیں جاتے تو اللہ کے امر اور بندے کی کاوش میں فرق آتا ہے۔ اگر کوئی سنور/ بدل کر نہیں جاتا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی توفیق سے فیض نہیں لیا۔ ممکن ہے کہ توفیق الٰہی اس بندے سے منہ پھیر لے۔ اگر بدل/ سنور جائیں تو اللہ کی توفیق اس کے ساتھ جڑ جاتی ہے۔ پھر توفیق محافظ/ معاون/ مددگار ہوجاتی ہے اور مولیٰ کو کہتی ہے کہ اس بندے کو اور عطا کر۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں شروع شروع میں تین چیزیں سوچا کرتا تھا کہ

۱۔ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں۔ ۲۔ میں اللہ کو طلب کرتا ہوں/ چاہتا ہوں۔ ۳۔ میں اللہ کا ذکر کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ وقت آیا، پردے اٹھتے گئے اور یہ حقیقت مجھ پر آشکار ہوتی گئی کہ ان تینوں سوچوں میں میری غلطی تھی۔ میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا کہ پہلے اس نے مجھ سے محبت کی، اس کی محبت کی کرن نے مجھ میں محبت پیدا کردی اور اس کی محبت کی توفیق سے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس نے مجھے پہلے چاہا، اس کی چاہت کے فیض سے میں

بھی اس کو چاہنے لگا۔ اس نے پہلے میرا ذکر کیا، اس کی یاد سے میرا دل اس کو یاد کرنے کے قابل ہوا۔

اگر اللہ کا امر پہلے نہ ہو تو بندہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ جب اور جسے وہ چاہتا گیا وہ یہاں آتا گیا۔ لہذا سب اس کے حضور شکر گزار ہوں، سجدہ شکر بجا لائیں کہ اس نے بلالیا اور اس کے بلانے پر آگئے۔ سوال یہ ہے کہ رب نے بلایا اور اس نے اپنا دروازہ آپ کے لئے کھلا رکھا تو کیا خالی ہاتھ لٹانے کے لئے آپ کو بلایا؟ کیا کوئی سخی ایسا کرتا ہے کہ بلائے اور کچھ عطا نہ کرے؟ پس اس نے کچھ نہ کچھ دینے کے لئے بلایا ہے، وہ کیا دے گا؟ یہ اس پر چھوڑ دیں۔ اس لئے کہ سب سے بہترین طلب وہ ہے جو دینے والے پر چھوڑ دی جائے۔ وہ پوچھتا ہے کیا مانگتے ہو؟ جواب دیا جائے کہ مولیٰ جو تو چاہے۔

حضرت داؤدؑ نے اللہ کو ایک دن عرض کیا: **یارب انی اطلبک**. اے اللہ میں تجھے طلب کرتا ہوں۔

اللہ نے فرمایا: اے داؤد تو پہلے قدم پر ہی مجھ سے جدا ہوگیا۔ عرض کیا: میں نے تو تجھے طلب کیا ہے؟ جدا کیسے ہوا؟ فرمایا: **لانک جعلت طلب منک الی** تو نے اپنی طلب کا رخ اپنی طرف سے میری طرف کیا۔ **ولو جعلته منی الیک**. اگر طلب کو بھی اپنی نہ رکھتا بلکہ میری بنادیتا تب تو مجھے پالیتا۔ پس اللہ تعالیٰ انبیاء کی شان کے مطابق ان کی تربیت بھی کرتا ہے، یہ اسی کی ایک مثال ہے۔

گویا طلب بھی وہ اعلیٰ ہے جو اپنی طلب بھی اس پر چھوڑ دے، یہی طلب حسین ہوتی ہے۔ پس یہاں جو آیا ہے اللہ کی طرف سے آیا ہے اور اللہ کی طرف آیا ہے۔ اس لئے اللہ کا مہمان ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کی بارگاہ سے کچھ ایسا لے کر جائیں کہ جہاں رہیں اس کی طرف سے رہیں اور اس کی طرف رہیں۔ اس سے جدا نہ ہوں، اس سے جڑے رہیں۔

اس کی ابتداء و انتہاء، اخلاق کو بدلنے میں ہیں۔ ''میں'' کا ذکر اگر اللہ کو طلب کرنے کے بارے میں بھی آگیا تو اللہ نے حضرت داؤدؑ کی بھی تربیت فرمادی۔ اس لئے کہ ''میں'' جدائی کرتی ہے اور ''اُس'' تک رسائی نہیں ہونے دیتی۔ ہمارے حالات کا دوزخ ہی یہ ہے کہ ہماری زندگی ''میں'' پر ہی گزر گئی، اسی لئے روحانی سفر طے نہیں ہوتا۔ اخلاق اس وقت تک سنور نہیں سکتا جب تک ''میں'' کو نہ نکالا جائے۔

کوئی قاری/ نعت خوان/ مقرر/ عالم ہے تو ساری زندگی اس زعم سے نہیں نکلتا کہ ''میں'' تو اس اعلیٰ مقام پر ہوں۔ ہماری زندگی ''میں'' سے شروع ہوتی ہے اور ''میں'' ''میں'' کرتی ختم ہوجاتی ہے۔ افسوس! ''میں'' سے ناداں نکلتا تو ''اُس'' کی بھی خبر ہوتی۔ پس اسی وجہ سے ہم روحانی اعتبار سے وہیں کھڑے رہتے ہیں، روحانی ترقی نہیں ہوتی۔ اجر و ثواب تو وہ دیتا ہے، کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا مگر روحانی منازل طے نہیں ہوتیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اکثر مایدخل الجنة التقویٰ وحسن الخلق.

وہ اعمال جو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرائیں گے۔ تقویٰ اور حسن خلق ہے۔

تقویٰ سے مراد عمل و ارادہ اور سوچ میں بھی برائی سے بچنا ہے۔ ''میں'' حسن اخلاق اور تقویٰ کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ ہمیشہ یہ سوچ رکھا کریں کہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ سے یہ نوکری لی، اس کا شکر گزار ہوں، یہ سوچ تواضع لاتی ہے۔ دوسرے کی ''میں'' کی طرف دھیان نہ دیں بلکہ اپنی ''میں'' کی طرف متوجہ رہیں۔ ''میں'' توقع پیدا کرتی ہے کہ میرے ساتھ اس طرح کا سلوک ہونا چاہئے۔ یہی سوچ و توقع خرابی ہے۔ اوروں کے دلوں کے حال معلوم نہ کیا کریں، یہ بھی اخلاق ہے۔ دوسرے کے دل میں کیا خیال آتا ہے، اس کا اندازہ لگا کر ردعمل نہ دیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اتق اللہ حیث ما کنتم. ’’اللہ سے ہمیشہ ڈر/ تقویٰ اختیار کر جہاں بھی ہے‘‘۔

تقویٰ کبھی ظاہری اعمال سے پیدا نہیں ہوتا۔ تقویٰ کا محل/ جگہ جہاں سے تقویٰ تشکیل پاتا ہے وہ جگہ دل ہے۔ اگر دل کا حال نہ بدلے تو تقویٰ نصیب نہیں ہوتا۔ ہم رزق حلال کھانے کو تقویٰ سمجھتے ہیں، حرام سے پرہیز کرنا از خود تقویٰ نہیں، مناہی سے بچنا از خود تقویٰ نہیں، اوامر بجا لانا از خود تقویٰ نہیں بلکہ یہ اعمال و افعال ہیں۔ تقویٰ ان اعمال کے پیچھے قلب کی کیفیت ہے۔ حرام کھانا کیوں چھوڑا؟ اس کیوں کا جواب تقویٰ ہے۔ وہ سب جس کی وجہ سے حرام چھوڑا اسے تقویٰ کہتے ہیں۔

تقویٰ، حسن خلق کے بغیر نہیں ملتا اور حسن خلق، تقویٰ کے بغیر نہیں ملتا۔ ان دونوں کا محل دل ہے۔ تقویٰ اور حسن خلق مل جائیں تو اس کو ولایت کہتے ہیں۔ ولی کی کوئی شکل وصورت لباس/ قد/ رنگ اور عبادت کی تعداد مقرر نہیں بلکہ ولی وہ ہے جس کے دل میں اللہ بس جائے اور ’’میں‘‘ نکل جائے۔ تقویٰ و حسن خلق کا دل میں سما جانا ولایت ہے۔

اللہ ہم سب کو دلوں کی سلامتی، سخاوت نفس، دلوں کی وسعت اور حسن خلق سے نوازے۔

3۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 28 جون 2016ء (منگل)

☆ شہر اعتکاف میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی دوسری طاق رات کی محفل کا آغاز نمازِ عشاء و نمازِ تراویح کے بعد تلاوت قرآن حکیم اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ معتکفین نہایت محبت، عقیدت اور روحانی جذبات کے ساتھ محفل میں موجود تھے۔ محترم امجد بلالی، شہزاد برادران، محترم علامہ محبّ اللہ اظہر، محترم محمد افضل نوشاہی، محترم ظہیر احمد بلالی اور منہاج نعت کونسل نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں نعتیہ کلام پیش کئے۔ محفل اپنے آغاز سے ہی اپنے عروج پر تھی۔ شہر اعتکاف کی فضا میں یہ نعتیہ کلام گونج رہا تھا اور ہر شخص ایک عجب روحانی کیف و مستی میں ڈوبا ہوا تھا:

یہ آرزو نہیں کہ قائم یہ سر رہے ۔۔۔ میری دعا تو یہ ہے کہ تیرا سنگِ در رہے
فرقت کی سختیاں مجھے منظور ہیں مگر ۔۔۔ اتنا ضرور ہو کہ تجھے بھی خبر رہے

محفل نعت کے بعد شیخ الاسلام نے شہر اعتکاف سے اپنا تیسرا خطاب ارشاد فرمایا:

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: اخوت، رفاقت اور حسن خلق)

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (القلم: ۴)

’’بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کے آداب و اخلاق کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ رب اپنی مخلوق میں سے کسی کی صفت کو عظیم کہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کے علاوہ ایسا کسی اور جگہ نہیں ہوا۔ اللہ جس شے کو عظیم کہے اس کا سادہ مطلب تو ذہن نشین ہوجانا چاہئے کہ مخلوق کا مخلوق کو عظیم کہنا کوئی بڑا معنی نہیں رکھتا، اس لئے کہ یہ ادب و احترام کی وجہ سے ہوتا ہے۔ عظیم کا معنی اس وقت بڑا ہوتا ہے جب اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو عظیم کہے۔ اس لئے کہ اللہ کا کسی کو عظیم کہنا، مخلوق کے ایک دوسرے کو عظیم کہنے سے کئی بلند ہے۔

حضور ﷺ اخلاق عالیہ کی وجہ سے عظیم ہوئے، لہٰذا اگر ہم عظیم ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اخلاق محمدی ﷺ کو

اپنانا ہوگا۔ اللہ اور اس کے رسول بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے اندر اخلاق عالیہ کا رنگ نظر آئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی قربت و وفا نصیب ہو، محمدی رنگ اپنے اوپر چڑھانا چاہتے ہیں تو حضور ﷺ کے اس فرمان کو اپنانا ہوگا کہ مومنین کی مثال باہمی محبت و مودت میں ایک جسم کی مانند ہے۔ اگر جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم اس تکلیف میں بے خوابی اور بخار کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کا ایسا احساس پیدا کریں جو اس حدیث میں بیان ہوا۔ اگر یہ تعلق پیدا ہوگا تو حضور ﷺ کے ساتھ ایک رشتہ پیدا ہوگا۔ منہاج القرآن کے رفقاء ایک خاندان کی طرح ہیں، اس دائرہ سے تمام رفقاء اس تعلق کو شروع کریں۔ اگر دوسرے کا درد، غم محسوس کریں گے تو خیر بڑھتی جائے گی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مومنین باہم ایک دیوار کی مانند ہیں، جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں اسی طرح مومن بھی اپنے دوسرے مومن بھائی کی مضبوطی و استحکام کا باعث بنتا ہے۔

افسوس! پاکستان میں درندگی، لاتعلقی، بیگانگی کا ماحول ہے۔ 17 جون کو جو کچھ ہوا اور اس طرح کے تمام مناظر نہ ایمان ہیں اور نہ انسانیت۔ مرتے ہوئے کا حال ہی نہیں پوچھا جاتا کہ کہیں مجھ پر کوئی مصیبت نہ آجائے۔ اگر منہاج القرآن میں آنے کے بعد بھی ہم نے ایک دوسرے کو مضبوط نہیں کرنا بلکہ بیگانہ رہنا ہے تو اس رفاقت کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے مشن اس لئے شروع کیا تھا کہ بیگانگی ختم اور یگانگت پیدا ہو۔ اگر بیگانہ ہی رہنا ہے تو پھر تحریک کی رفاقت کا کوئی کا فائدہ نہیں۔ رفاقت کا مطلب ایک دوسرے کے ساتھ اخوت، محبت و مودت ہے۔ ایمان کا طریق یہ ہے کہ

لایومن احدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه.

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس فرمان سے حضور ﷺ نے احساسات کو کس حد تک ایک دوسرے سے متعلق کردیا ہے۔ ہم کس طرح کے مسلمان ہیں کہ نعرے تو لگاتے ہیں مگر افسوس ہماری Feelings میں دوسرے شخص کا وجود ہی نہیں۔ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے اعلان فرمایا:

یاایها الناس افشو السلام واطعموا الطعام. ہر ایک کے لیے سلامتی پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ۔

فتح مکہ کے بعد اسلام نافذ ہونا ہے، اسلامی ریاست بنی ہے۔ پہلے دن حضور ﷺ نے جو بیان جاری فرمایا وہ یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے سلامتی پھیلاؤ۔ آپ ﷺ نے یہ فرماکر ہر تنگ نظری، انتہا پسندی و دہشت گردی کے امکان کو ختم کردیا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان بغیر کسی مذہب کی تفریق کے تھا۔ امت کے بھوکوں کو کھانا کھلانا عبادت ہے، یہ حضور ﷺ کا حکم ہے اور ہمارا دین ہے۔ حضور ﷺ نے صلہ رحمی کا حکم دیا کہ خونی رشتوں کو جوڑو، سلامتی پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ۔ حضور ﷺ نے اللہ کی عبادت کا ذکر مخلوق سے بھلائی والے کاموں کا ذکر کرنے کے بعد کیا اور اس اسلوب کو اپنا کر دین کی ترتیب امت کو عطا فرمادی۔

کسی دوسرے کے عمل کو دیکھتے ہوئے اپنے عمل کا تعین نہ کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ اس نے میرے ساتھ کیا کیا تھا بلکہ اس کے عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ بھلائی کریں۔ دوسرے کا عمل آپ کو کنٹرول نہ کرے۔ اس نے اچھائی کی تو آپ نے بھی اچھائی کی، اس نے برائی کی تو آپ نے بھی برائی کی، یہ تو اس کے عمل کا Reflection

ہوگیا، ہمارا اپنا عمل کہاں گیا؟ دوسروں کے عمل کو اپنی ذات پر کنٹرول نہ کردو۔ اس کے عمل کا ہم نے جواب نہیں دینا بلکہ ہم سے ہمارے عمل کا جواب مانگا جائے گا۔ لہٰذا اپنے مزاج میں وسعت لائیں، اپنے اخلاق اور طرزِ عمل کو درست کریں۔

اخوت و رفاقت کے حقوق میں سے ہے کہ دکھ سکھ سانجھا ہوجائے۔ جینے مرنے کے احساسات ایک ہوجائیں۔ صحابہ میں اخوت کا رشتہ ایسا تھا کہ اس میں تکلفات نہ تھے۔ افسوس ہمارے دل مردہ ہوگئے ہیں، Feelings ختم ہوگئی ہیں۔ حضور ﷺ یہ جذبات/ اخلاق ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ روکھا سوکھا دین نہیں دینا چاہتے بلکہ چاشنی دینا چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملو، محبت کرو۔ ایک دوسرے پر خرچ کرو۔ اس روش کو اپنانے سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنے عرش کے دائیں بائیں کرسیوں پر بٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حال عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احوال و اخلاق اس طرح کرے کہ ان پر حضور ﷺ کے اخلاق و احوال کا رنگ چڑھ جائے۔

4۔ ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 29 جون 2016ء (بدھ)

☆ شہر اعتکاف میں معتکفین کی علمی و فکری تربیت کے لئے علمی و فکری نشستوں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے آج معتکفین سے اظہار خیال کیا:

خطاب محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

تاریخ میں ایسی ہستیاں تو ملتی ہیں جو کم وقت کے لئے تبدیلی پیدا کرتے ہیں مگر بہت کم ایسی ہستیاں ملتی ہیں جن کا دیا ہوا نظام مستقبل میں کامیاب رہا ہو۔ اصل مربی وہ ہوتا ہے جن کا نقش ایسے ثبت ہوجائے کہ وہ سامنے نہ بھی ہو تب بھی اس کا دیا ہوا نظام ختم نہ ہو۔ اپنی فکر کو ایک نظام بنا کر دینا یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین کی قیادت و انتظام کی مثال بیان فرمائی جس سے واضح ہوتا ہے کہ لیڈر وہ ہے جو خود تنہا نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں لوگوں کو لیڈر بنا جاتا ہے، ان لوگوں کو قائدانہ صلاحیت دے کر جاتا ہے۔ اس واقعہ میں تین اقوام کا ذکر ہوا ہے جن کے حالات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ایک ہستی نے تین مختلف قوموں کا مختلف طریقوں سے کس طرح مقابلہ کیا۔

ا۔ پہلی قوم کا ذکر کیا کہ جہاں سورج غروب ہورہا تھا آپ اس طرف گئے تو وہاں موجود قوم کو دیکھا جو سرکشی میں تھی۔ ان میں خود غرضی سرایت کرچکی تھی، نہ انسانیت تھی نہ حمیت تھی۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاں سورج پہلے ہی غروب ہوچکا تھا۔ اس کا مطلب مربی وہاں بھیجا جاتا ہے جہاں اس قوم میں امانت و دیانت، حسن کردار اور تقویٰ و طہارت موجود نہ ہو۔ وہاں حضرت ذوالقرنین کو 2 آپشن دے دیئے:

فرمایا کہ اگر چاہیں تو ان کا مواخذہ کریں اور انہیں اللہ رب العزت کے عذاب کا مستحق بنادیں۔ دوسری آپشن یہ ہے کہ اگر چاہیں تو حسن سلوک کا پیکر بن کر ان کی تربیت کردیں، ان شخصیت کو نکھار دیں، یہ اس لئے ظلم پر چلے گئے کہ ان کو سیدھی راہ پر چلانے والا کوئی نہ تھا۔ سیدنا ذوالقرنین نے فیصلہ کرلیا کہ ان کی تربیت کی جائے۔ نظام العمل اور دستور دینے کے بعد کسی نے پھر بھی ظلم کیا تو پھر اسے نہ صرف یہاں بلکہ خدا بھی عذاب دے گا۔

وہاں حضرت ذوالقرنین نے ان کی قیادت کی ان کو قوم بنایا، ان کی تربیت کی اور اس کے بعد اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ گویا قائد مرض کو صرف دیکھتا نہیں بلکہ علاج بھی کرتا ہے، شفایاب کرتا ہے اور دوسروں کو بھی طبیب بناتا

ہے۔ شیخ الاسلام اور منہاج القرآن بھی اسی سنت پر عمل پیرا ہیں کہ قوم کے خود غرضانہ اعمال پر مرض کی تشخیص بھی کی جارہی ہے اور اس کا علاج بھی کیا جارہا ہے۔

۲۔ حضرت ذوالقرنینؑ دوسری قوم کی طرف گئے۔ ان کے تن بدن پر کوئی لباس نہ تھا۔ نہ سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ تھی۔ آپ نے اُن کے ہاں قیام کیا اور ان کو جرأت دی، ان کا لوٹا ہوا مال واپس لے کر ان کو آزاد کرایا۔ پھر وہاں سے اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قائد وہ ہوتا ہے جو رکتا نہیں بلکہ سفر پر رہتا ہے۔ ایک قوم کی تشخیص و علاج کے بعد دوسری قوم کے مرض کی تشخیص و علاج کے لئے چل پڑتا ہے۔

۳۔ تیسری قوم کی طرف گئے، یہ قوم مسیحا کی تلاش میں ضرور تھی مگر سمجھ بوجھ نہ تھی۔ ان کی اندر جرأت وحمیت نہ تھی۔ جب حضرت ذوالقرنین وہاں پہنچے تو اس قوم نے کہا کہ یاجوج ماجوج نے فساد پھیلا رکھا ہے۔ اس قوم میں لیڈر کے بغیر ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی۔ انہوں نے کہا کہ اے قائد آپ دیوار بنادیں، ہم اسباب پیدا کردیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے قوم میں تمہاری مدد کو آیا ہوں، مال پیسے کے لئے نہیں آیا۔ جو خدا نے مجھے عزت دی ہے، وہ تمہارے مال پیسے سے بہت زیادہ ہے۔ مجھے صرف تمہارا قوت بازو چاہئے، مجھے وہ جرأت چاہئے جو ہر قسم کے حالات میں میرا ساتھ دے۔ تم قوت بازو دو میں تمہیں دیوار بنا کر دوں گا۔ قوم نے ساتھ دیا اور اسی طرح یاجوج ماجوج کے آگے دیوار کھڑی کردی گئی۔

پس قائد کی قوتِ ارادی کے ساتھ قوم شامل ہوجائے تو پھر دنیا میں کوئی چیز مشکل نہیں رہتی اور انقلاب آکر رہتا ہے۔ منہاج القرآن کے کارکنان اپنے قائد کی قوت ارادی اور قائدانہ صلاحیتوں پر اعتماد کے ساتھ ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس لئے ان شاء اللہ فتح و کامیابی ہمارا مقدر ٹھہرے گی۔

☆ شہر اعتکاف میں دن کے انفرادی و اجتماعی معمولات کی اہمیت اپنی جگہ بجا مگر شہر اعتکاف میں گزرنے والی ہر رات معتکفین کے لئے روحانی لذت و مستی کی الگ داستان لئے ہوئے ہے۔ آج شہر اعتکاف میں چوتھی رات ہے۔ معتکفین افطاری اور دیگر معمولات سے جلد فارغ ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ فیض سمیٹنے کے لئے مسجد میں اگلی صفوں میں بیٹھنے کے لئے کاوشیں کرتے نظر آرہے تھے۔ نماز عشاء و تراویح کے بعد حسب معمول محفل کا آغاز تلاوت و نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ منہاج القرآن کے گلشن نعت سے وابستہ محترم محمد افضل نوشاہی، محترم امجد بلالی، محترم ظہیر احمد بلالی، محترم شہزاد برادران، منہاج نعت کونسل اور دیگر نعت خوان بغیر کسی مالی منفعت و مفاد کے لالچ کے محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے حکم پر ہر رات بہت خوب محفل سجا رہے تھے۔ آج بھی شہر اعتکاف میں گونجنے والے اس کلام نے ہر خاص و عام کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا:

تیری نگاہ ناز نے سب کو مدہوش کردیا — اب کیا کرے گا جہاں تجھے دیکھنے کے بعد
جلوہ کسی کا ہو یا منظر کوئی بھی ہو — ہے دیکھنا حرام تجھے دیکھنے کے بعد
بس ایک یہی ہے آرزو تیرے فقیر کی — ہو زندگی تمام، تجھے دیکھنے کے بعد

محفل نعت کا رنگ اور سماں جداگانہ تھا۔ ہر کوئی حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں ڈوب کر محفل میں شریک تھا۔ اس محفل کا رنگ اس وقت مزید اپنے عروج پر پہنچ گیا جب دنیائے نعت کا عظیم نام محترم الحاج اختر حسین قریشی شہر اعتکاف

میں تشریف لائے اور شیخ الاسلام کی خواہش پر اس نعتیہ کلام کو خوبصورت تضمین کے ساتھ پیش کیا اور محفل کو چار چاند لگادیئے:

جب حسن تھا ان کا جلوہ نما، انوار کا عالم کیا ہوگا | ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے، دیدار کا عالم کیا ہوگا
چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایہ ہی پلٹ دیں دنیا کی | یہ شان ہے خدمت گاروں کی، سرکار کا عالم کیا ہوگا

اس خوبصورت اور باوقار محفل کے بعد شیخ الاسلام نے شہر اعتکاف میں اپنا چوتھا خصوصی خطاب ارشاد فرمایا:

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: تعلق مع اللہ کی حقیقت اور حسن خلق)

اگر ہمارے اخلاق سنور جائیں تو روحانی ترقی کے تمام راستے کھل جائیں، ورنہ محنتوں میں کوئی کمی نہیں۔ یہ دروازہ کھل جائے تو بندے میں ملکوتی، جبروتی، لاہوتی صفات پیدا ہوجائیں۔ ہے یہی بندہ مگر پھر اس کے اندر نئے سے نئے جہاں آباد ہونے لگتے ہیں۔ غوث الاعظمؒ خواجہ معین الدینؒ خواجہ غلام فریدؒ نظام الدین اولیاءؒ حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانیؒ ہیں تو انسان مگر ان کے اندر کئی کئی جہاں آباد تھے۔ اللہ کی پہچان آسان مگر ولی کی پہچان مشکل ہے۔ اللہ کی صفات ظاہر بھی ہیں اور مخفی بھی ہیں۔ لہذا ظاہری شان/ صفات کی وجہ سے اس کی پہچان کا راستہ مل جاتا ہے جبکہ ولی کی پہچان ناممکن ہے اس لئے کہ اس کی ظاہری علامت ہی نہیں۔ ولایت امرِ ظاہری ہے ہی نہیں بلکہ امرِ باطنی کا نام ہے۔ ولی کے لئے کوئی شرائط لباس، شرائط طعام، شرائط قیام نہیں، جو لباس شریعت کے تحت ہے وہ اس کا لباس ہے۔ اسی طرح کھانا پینا بھی اس کا کوئی الگ نہیں۔ جو بھی کھائے گا حلال کھائے گا، مشتبہ نہیں کھائے گا۔ کم کھائے گا، بھوک رکھ کر کھائے گا۔ ولی ہر وہ کام کرے گا جس کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ پس تقویٰ اور حسن خلق کا کمال درجہ پر اجتماع ولایت ہے۔

حسن خلق اپنے کمال پر اس وقت ہوتا ہے جب ''میں'' کی نفی ہوجائے۔ اگر ''میں'' قائم رہے تو معرفت کا دروازہ نہیں کھلتا۔ ''میں'' کے اندھیرے کی وجہ سے اخلاق، ناسوتی، بشری اور حیوانی رہتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اندر تبدیلی لائیں۔ اندر تبدیلی کیسے؟ دل کو اللہ کی حلاوت سے ایسے معمور کرلیں کہ اللہ کے سواء کسی کا دھیان نہ رہے۔ بندے پر یہ حالت غالب آجائے کہ وہ اللہ کے ساتھ مشغول رہے۔ کیسے مشغول رہے؟ جس طرح بندہ اردگرد کی آوازوں کی وجہ سے کسی کے ساتھ یکسوئی سے بات کر اور سن نہیں سکتا۔ اسی طرح دنیاوی مصروفیات/ مسائل بندہ کو مشغول کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے ساتھ یکسوئی پیدا نہیں ہونے دیتے۔ یہ خیالات بندہ کو اللہ کے ساتھ مشغول نہیں ہونے دیتے۔ لہذا دل صرف اللہ کے ساتھ مشغول رہے، دنیا کو باہر رکھیں، دنیا کے سود وزیاں کو دل میں داخل نہ ہونے دیں۔

ذہن کا تمام الجھاؤ دل میں داخل ہوجاتا ہے۔ شغل چھوڑنے کا حکم نہیں بلکہ دل کے مشغول ہونے کو روکا جارہا ہے۔ اللہ کے ساتھ دل میں مشغول ہونے سے اس کی محبت میں لذت ملتی ہے۔ جب اسے محبت میں لذت ملتی ہے تو پردے اٹھنا شروع ہوجاتے ہیں۔ جب تک بندے کو اللہ کی محبت میں لذت نہیں ملتی، بندہ غیر محرم رہتا ہے۔ پردے رہتے ہیں۔ جب لذت ملتی ہے تو بندہ محرم بن جاتا ہے۔

ایک شخص حضرت سری سقطیؒ کے پاس حاضر ہوا پوچھا کہ ای شئی اقرب الی اللہ. کون سی شے اللہ کے بہت قریب ہے اور بندہ کو اللہ کے قریب کردیتی ہے تاکہ اس شے کو اپنایا جائے اور بندہ اللہ کے قریب ہوجائے؟ آپ یہ سن کر رونے لگ گئے اور فرمایا: اللہ کی قربت عطا کرنے والی حالت یہ ہے کہ تیرے دل کا حال یہ ہوجائے کہ تو خدا کے سوا کچھ چاہتا ہی نہ ہو۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ میری خواہش کی انتہاء و مراد فقط یہ ہے کہ میرے دل کا میلان جھکاؤ/ رغبت اللہ کی طرف اس طرح ہوجائے کہ سوائے اللہ کے میرے دل کو کچھ دکھائی نہ دے۔ دل جدھر دیکھے اسے اللہ دکھائی دے۔ اگر یہ مراد مل جائے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں: میرے الٰہی میری خواہش، تمنا، مراد یہ ہے کہ دنیا میں تو یاد رہے اور تیری یاد کے سواء کوئی یاد میرے دل میں نہ رہے اور آخرت میں صرف تیرا دیدار رہے۔

ان تمام اقوال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ دل کو اللہ کے لئے خلوت گاہ بنالیں۔ خلوت گاہ کیسے بنے؟ بہت ساری ذمہ داریاں ہیں عائلی، معاشرتی، تنظیمی گھریلو ذمہ داریاں ہیں، ان کے ہوتے ہوئے دل اس طرح خلوت گاہ بنے کہ کسی کی بات سے دل دکھی نہ ہو، کسی سے حوصلہ افزائی ہو یا نہ ہو، پس اللہ کی یاد دل میں رہے۔

ہم سب کچھ کرتے ہیں مگر روحانی ترقی نہیں ملتی، تالہ لگا ہے، اس تالہ کو کھولنا ہے تو Appriciation صرف اللہ سے طلب کرنا ہوگی۔ تحریک منہاج القرآن کے رفقاء کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے شاباش ان شاء اللہ مل کر رہنی ہے۔ قبر کی پہلی رات میں ہی کام ہوجائے گا جب آقا ﷺ فرمائیں گے کہ مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہے جس نے ساری زندگی تجدید دین اور احیائے اسلام کا علم اٹھائے رکھا اور دین کی خدمت کرتا رہا۔

یاد رکھیں کہ عشق اجر و اجرت سے تعلق نہیں رکھتا، وہ صرف محبوب سے متعلق رہتا ہے۔ محبوب جو بھی ادا رکھے وہ پریشان نہیں ہوتا۔ Appriciate کرنا اچھی بات، کوئی کردے تو اس کا اخلاق، اگر کوئی نہ کرے تو اس کی بشری کمزوری سمجھ کر نظر انداز کردیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کا سچا طالب ہوجائے تو اس کو پھر کسی اور شے کا دھیان ہی نہیں رہتا۔ اسے کسی حوصلہ افزائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہمیں اس دھیان سے اپنی کاوشوں کو پاکیزہ کرنا ہے۔

☆ اس موقع پر آپ کو اس جانب بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ رفقاء ذاتی طور پر بھی اس مشن کی دعوت میں مصروف ہوں۔ رفاقت کا حق صرف یہ نہیں کہ رفاقت کی فیس دیتے رہیں بلکہ ہر رفیق اپنے طور پر داعی بنے۔ دعوت صرف تنظیمات کی ذمہ داری نہیں اور نہ تحریکی ہنگامی سرگرمیاں کلی دعوت ہیں۔ دعوت وہ ہے جس کا سلسلہ ہمیشہ تسلسل کے ساتھ رہے۔ ہر رفیق داعی بنے، صرف فارم رفاقت فل کرنے سے رفاقت کا حق ادا نہ ہوگا۔ حق تب ادا ہوگا جب ذاتی زندگیوں میں مشن داخل ہوجائے۔ رفیق بننا سنت نہیں بلکہ داعی بننا سنت ہے۔ رفیق اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ آپ داعی بنیں۔

5۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 30 جون 2016ء (جمعرات)

☆ آج شہر اعتکاف میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تیسری طاق رات ہے۔ حسب معمول آج بھی محفل نعت کا بطور خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ نماز عشاء اور نماز تراویح کے بعد سٹیج پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ساتھ محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی، محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی، جملہ مرکزی قائدین اور اندرون و بیرون ملک سے تشریف لائے ہوئے سینئر تحریکی ساتھی تشریف فرما تھے۔ محفل کا آغاز محترم قاری نور احمد چشتی نے تلاوت قرآن مجید اور محترم ارشاد اعظم چشتی نے نعت رسول مقبول ﷺ سے کیا۔ آج کی محفل میں Q-TV کے معروف اینکر محترم صاحبزادہ تسلیم احمد صابری نے اپنے مخصوص اور منفرد انداز میں نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

شیخ الاسلام کے چھوٹے پوتے محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی نے نہایت ہی خوبصورت اور معصوم آواز میں ''یاحبیب سلام علیک یا نبی سلام علیک'' کے ذریعے آقا ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ بعد ازاں محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی نے پنجابی عارفانہ کلام پیش کیا جس نے محفل پر ایک خاص روحانی کیفیت طاری کردی۔

جان تو بھاویں نہ جان وے، ویڑے آوڑ میرے — تیرے جیا مینوں اور نہ کوئی، ڈھونڈاں بیلا جنگل روہی

ڈھونڈاں میں سارا جہاں وے، ویڑے آوڑ میرے

اس موقع پر محترم صاحبزادہ تسلیم احمد صابری نے خواجہ غلام فرید کا کلام ''آمیڑے ڈھولا کراں رو رو زاری'' کی گونج میں تحت اللفظ خواجہ غلام فرید ہی کا کلام ''میڈا دین وی توں ایماں وی توں'' پڑھا تو فرطِ جذبات سے تمام معتکفین جھوم اٹھے۔ محفل میں ساہیوال سے تشریف لائے ہوئے محترم احمد علی حاکم اور محترم سرور حسین نقشبندی نے نعت رسول مقبول ﷺ اور شان اہل بیت میں مختلف کلام پیش کئے اور خوب داد سمیٹی۔

بعد ازاں محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ نے محترم محمد افضل نوشاہی اور منہاج نعت کونسل کے ساتھ مل کر عربی کلام ''یا نورالعین'' پیش کیا۔ اس موقع پر محترم محمد افضل نوشاہی اور منہاج نعت کونسل نے شیخ الاسلام کی خواہش پر ان کا پسندیدہ نعتیہ کلام پیش کیا۔ شہر اعتکاف میں تیسری طاق رات اپنے عروج کی طرف گامزن تھی اور محفل کا رنگ بھی جداگانہ تھا۔ فضا میں یہ نغمات بکھر رہے تھے:

میں برا ہوں یا بھلا ہوں میری لاج کو نبھانا — تیرے نام سے ہے ہے آقا مجھے جانتا زمانہ
مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ — میری زندگی ہے تم سے کہیں تم بدل نہ جانا
چوکھٹ پہ آگیا ہوں سرکار آج سن لو — میری دکھ بھری کہانی میرا دکھ بھرا افسانہ
تیرے نام سے ظہوری مجھے جانتی ہے دنیا — تیرا ہوگیا ہوں جب سے میرا ہوگیا زمانہ

اظہار خیال شیخ الاسلام

☆ محفل نعت پورے ذوق وشوق اور روحانی کیفیات کے ساتھ سحری کے وقت تک جاری رہنے کے سبب شیخ الاسلام نے ''اخلاق'' کے موضوع پر اپنا معمول کا خطاب نہ فرمایا بلکہ محفل کی مناسبت سے درج ذیل چند کلمات ارشاد فرمائے:

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ دور سے آیا ہوں، سنا ہے کہ آپ کے پاس اسم اعظم ہے، مجھے بھی دے دیں۔ آپ نے فرمایا: اسم اعظم صرف یہ ہے کہ دل کو خلوت گاہ بنالو اور اس میں محبوبِ حقیقی کو بٹھالو۔ سوائے محبوب کے اس دل کے حجرے میں کوئی نہ بسے۔ اگر دل کی خلوت میں مولیٰ بس جائے تو جو نام لو وہی اسم اعظم ہے۔ جو نام پکارو وہی اسم اعظم ہے۔ دل کا اللہ کے لئے خالص ہوجانا اسم اعظم ہے۔ دل کی خلوت گاہ میں مولیٰ جلوہ گر ہوجائے تو کائنات کی ہر شے سے بندہ بے نیاز ہوجاتا ہے۔ دلوں/ روحوں کا وصال جب اللہ کے ساتھ ہوجائے تو ان دلوں کو وہ لذت ملتی ہے کہ کائنات کی کوئی شے ان کے لئے توجہ طلب نہیں رہتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: باری تعالیٰ بعض لوگ تجھے پاکر پھر جاتے ہیں، بدل جاتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: جس نے مجھے حقیقت میں پالیا ہے، وہ کبھی نہیں پھرا۔ پھرتے وہ ہیں جو رستے سے مڑ جاتے ہیں۔ جنہوں نے میری قربتوں کی نسبت نہیں دیکھی وہ مڑ جاتے ہیں۔ جو مجھ سے مل جاتا ہے وہ پھرتا اور مڑتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احوال

قلبی کو بدلنے اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

6۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 1 جولائی 2016ء (جمعۃ المبارک)

آج جمعۃ الوداع ہے۔ معتکفین اپنے انفرادی معمولات کے بعد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جوق در جوق داخل ہورہے ہیں۔ ذکر اور صلاۃ وسلام کی آوازیں ماحول کو معطر و منور کئے ہوئے ہیں۔ جمعۃ الوداع کا خطاب محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے ارشاد فرمایا:

خطاب محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ. صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ.

’’ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایا۔ ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا‘‘۔ (فاتحہ: ۵۔۷)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر ایک اور آیت سے کی ہے:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا. (النساء: ۶۹)

’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں‘‘۔

اس آیت میں انعام یافتہ لوگوں کی وضاحت کردی کہ وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ سیدھا راستہ میرا راستہ ہے بلکہ فرمایا کہ سیدھا راستہ وہ ہے جس پر میرے انعام یافتہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہدایت کا راستہ انعام یافتہ لوگوں کی صحبت بتایا ہے۔ اس میں انسان کے عقائد کے درست ہونے کی ضمانت رکھی ہے۔ قرآن مجید آج جیسے ہے کل بھی اسی طرح ہوگا۔ جن کو صحبت میسر نہیں ان کو گمراہی دے دیتا ہے اور جن کو صحبت میسر آجائے ان کو نجات مل جاتی ہے۔ امام حاکم نے حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں 2 چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ ۱۔کتاب اللہ ۲۔اہل بیت

حدیث مبارکہ میں پہلے قرآن کا پھر صحبت کا ذکر ہے۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ بعد کے زمانے والے قرآن میں اپنی طرف سے تشریح کریں گے اور گمراہ ہوجائیں گے، لہذا اہل بیت کی صحبت میسر رہے گی تو قرآن بھی فائدہ دے گا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی آل (عترت) کون ہے؟ آپ نے فرمایا میری عترت (اہل تقویٰ) ہیں۔ اس سے مراد میری امت کے متقین ہیں اور متقین سے مراد اولیاء و صالحین ہیں۔

گویا حضور ﷺ نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں اہل بیت اور اولیاء و صالحین کو تھامے رکھنے کا حکم فرمایا کہ جب تک تم ان کو تھامے رکھو گے کامیاب رہو گے ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے۔

مولا علیؓ اہل بیت اور متقین، صدیق اور ہر ولی کے مولا ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ میری امت میں جتنے ولی

آئیں گے ان کی صحبتیں تمہیں گمراہی سے بچائیں گی۔ قرآن مجید تو ہر کسی کے پاس موجود ہے جس کو دیکھیں اس نے قرآن و حدیث تھاما ہوا ہے اور من پسند معانی نکالے جا رہے ہیں۔ صرف ایک چیز کی کمی ہے اور وہ صحبت صالحین ہے۔ بغیر صحبت کے کوئی دعویٰ بھی نہیں کرسکتا کہ اس کو صحیح راستہ مل سکتا ہے۔ آج قرآن بھی ہے مساجد، مدارس اور علماء بھی ہیں مگر ایمان کی حفاظت نہیں، اس لئے کہ ایمان کی حفاظت اولیاء اللہ کی صحبت میں ہے۔ اسی صحبت اور اسی ایمان کی حفاظت کی خاطر اور قرآن کا درست مفہوم سمجھنے کی خاطر صحبت صالحین ضروری ہے۔

قرآن نے یہی اصول دیا کہ نیک لوگوں کی صحبت میں ایمان کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ بدقسمتی سے بحیثیت مسلمان ہم نے وہ صراط مستقیم چھوڑ دیا ہے، جس پر ان لوگوں کی سنگت ملتی ہے۔ جن بندوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے، ہم ان لوگوں کی سنگت و صحبت چھوڑ کر صراط مستقیم سے ہٹ گئے۔ جس کی وجہ سے آج عالم اسلام مجموعی پسماندگی کا شکار ہے۔ قرآن اور ایمان اسی کو فائدہ دیں گے، جس نے انعام یافتہ بندوں کی نسبت سے قرآن سے تعلق قائم کیا۔ ہم آج سے پختہ ارادہ کرلیں کہ اس اعتکاف سے خود کو بدل کر جانا ہے۔ یہاں سے عزم لے کر جانا ہے اور گھر جا کر باعمل زندگی گزارانی ہے۔

نماز جمعہ کے ادائیگی کے بعد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی دعا کی، اس موقع پر ملکی امن و سلامتی اور عالم اسلام کی خوشحال کے لیے دعائیں بھی کی گئیں۔

☆ آج نماز تراویح کی پہلی چار رکعت کی امامت کے فرائض محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ نے ادا کئے اور نہایت خوبصورت آواز میں قرأت و تجوید کے تمام اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمدہ قرأت کی۔ نماز تراویح کے بعد حسب

معمول محفل کا آغاز ہوا۔ آج شہر اعتکاف میں چھٹی رات ہے۔ شہر اعتکاف کے مصروف ترین شیڈول اور انفرادی و اجتماعی سرگرمیوں کے باوجود معتکفین کسی قسم کی تھکاوٹ و اکتاہٹ کا شکار نہیں بلکہ جوں جوں رمضان المبارک کے ایام اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہے ہیں توں توں معتکفین یکسوئی، انہماک اور لگن سے انفرادی و اجتماعی عبادات میں مصروف نظر آرہے ہیں۔ آج کی محفل میں فیصل آباد سے آئے ہوئے نعت خواں محترم اویس رضا قادری کموکا نے شیخ الاسلام کی خواہش پر درج ذیل کلام پیش کیا اور خوب داد سمیٹی:

میں تو خود اُن کے در کا گدا ہوں، اپنے آقا کو میں نذر کیا دوں
اب تو آنکھوں میں بھی کچھ نہیں ہے، ورنہ قدموں میں آنکھیں بچھادوں
آنے والی ہے اُن کی سواری، پھول نعتوں کے گھر گھر سجادوں
میرے گھر میں اندھیرا بہت ہے اپنی پلکوں میں شمعیں جلادوں

اس موقع پر نائب ناظم اعلیٰ تحریک (جنوبی پنجاب و سندھ) محترم سردار شاکر خان مزاری نے شخصیت سازی میں تربیت کے کردار کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔

محفل نعت کے بعد شیخ الاسلام نے شہر اعتکاف سے اپنا پانچواں خطاب ارشاد فرمایا:

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: ہمارا مشرب وصل ہے، فصل نہیں (حسن رفاقت اور حسن خلق)

ایمان، سیرت اور سنت طیبہ ﷺ کی پیروی کا کمال اخلاق حسنہ میں ہے۔ ابوادریس الخولانیؒ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے عرض کیا کہ مجھے حدیث سنائیں جو آپ نے خود حضور ﷺ سے سنی ہو۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ.

’’میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر (میری) محافل سجانے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی ہے۔‘‘ (اخرجہ مالک فی الموطأ، ۲/۹۵۳، الرقم: ۱۷۱)

ہر آیت و حدیث میں نور ہی نور ہے۔ مگر بہت ساری آیات و احادیث ایسی ہیں کہ وہ ساری زندگی کے اخلاق سنوارنے کے لئے کافی ہے اور یہ مذکورہ حدیث بھی انہی احادیث میں سے ہے۔ جس کا دل اپنے دوستوں/ بھائیوں کو دیکھ کر خوش ہو اور ان سے اللہ کی محبت کا تعلق ہے تو اللہ بھی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ آپس میں اللہ کے لئے محبت کرنے میں رقابت نہیں ہوتی۔ منہاج القرآن والے فصل والے لوگ نہیں بلکہ وصل والے لوگ ہیں۔ اگر یہ اصل سمجھ میں آجائے کہ ہم وصل والے لوگ ہیں، جڑنے اور جوڑنے والے لوگ ہیں تو پھر کبھی اپنوں اور غیروں سے فصل نہ کریں۔ ہمارے مشرب میں فصل حرام ہے۔

میرا مشرب/ طبیعت/ مزاج وصل ہے۔ آؤ اس مزاج و ذوق کا پیالہ مل کر پیتے ہیں۔ کسی نے اگر میری عداوت کی وجہ سے مجھ پر گولی چلائی یا گالی دی، میرے دل میں ان کے لئے کبھی نفرت نہیں۔ یہ اس اللہ کا کرم اور احسان ہے۔ ہمارا مشرب محبت، جوڑنا اور ملانا ہے۔ شراب وصل کا پیالہ پی لو۔ آپ کو راز بتاتا ہوں۔ لکھی پڑھی چیز راز نہیں ہوتی اس لئے کہ نجانے کتنے لوگوں سے ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے۔ اس لئے راز وہ ہے جو الہام ہو بندے پر بیتی ہو۔ وہ راز یہ ہے کہ

جس کا دل وصل والا ہو، اس کو وصال نصیب ہوتا ہے۔ جو اللہ کے بندوں سے وصل رکھے، اللہ اس سے وصل رکھتا ہے۔

رفاقت کی اصل بھی وصل ہے۔ معیت کے ذریعے حسنِ رفاقت ملتا ہے۔ حسنِ رفاقت کا راز بھی وصل میں ملتا ہے۔ کہلائے رفیق اور دل میں فصل ہو، وصل نہ ہو تو وہ رفیق نہیں بلکہ فریق ہے۔ اگر فریق ہے تو فصل والا ہے اور اگر رفیق ہے تو وصل والا ہے۔

رفاقت لینا کیوں ضروری ہے؟

رفاقت سے اولیاء، کاملین، مقربین، صادقین اور انبیاء و مرسلین سے وصل ہوتا ہے۔ رفاقت راہ وصل ہے۔ ہماری تحریک و مشن بھی یہ ہے کہ پورے معاشرے میں بھی وصل کا ماحول ہو، فصل کا ماحول نہ ہو۔ مذکورہ حدیث میں اللہ نے وصل کے طریقے اور راز بتائے ہیں۔ ہم اللہ سے محبت کرنے میں مارے مارے پھرتے ہیں مگر یہاں تو اللہ نے خوشخبری سنادی کہ میں نے لوگوں سے محبت کرنا اپنے اوپر واجب کرلیا ہے۔ حالانکہ اس پر کوئی شے واجب نہیں، وہ مالک و بے نیاز ہے۔ وہ بندے جن سے محبت کرنا اللہ نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ دونوں کا محبوب ایک ہے اس لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ دنیاوی محبت میں اگر دو کا محبوب ایک ہو تو رقابت اور لڑائی ہے۔ جبکہ اللہ سے محبت میں اگر دو ہوں تو آپس میں محبت کرتے ہیں۔ یہ محبت کرنے والے جب مل بیٹھتے ہیں تو پھر محبوب ہی کی بات کرتے اور سنتے ہیں۔

حضرت بشر حافیؒ کی بارگاہ میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیٹھتے تھے۔ پوچھا کہ آپ اس فقیر کے پاس کیا لینے جاتے ہیں حالانکہ لوگ آپ کے پاس شریعت پوچھنے آتے ہیں؟ فرمایا میں شریعت کو جانتا ہوں اور وہ شریعت والے کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔

۲۔ وہ لوگ بھی اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں جو اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ اخلاق کے طریقے بتائے جارہے ہیں کہ ایک دوسرے پر خرچ کیا کرو۔ یاد رکھیں کہ محبت خریدی نہیں جاتی۔ ضمیر پیسے سے خریدے جاسکتے ہیں، فتوے، بندے، زبان، بیان خریدے جاسکتے ہیں۔ حتی کہ جسم، عزت خرید سکتے ہیں مگر محبت خرید نہیں سکتے۔ محبت کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں، اس میں بے ساختگی ہوتی ہے، اس میں بناوٹ ہوتی ہی نہیں۔

۳۔ اللہ کے محبوب وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے صدق دل سے دوستی کرتے ہیں۔ تنگ دلی، بغض، تعصب نکال کر دوستی کرتے ہیں۔ لوگ محبّ بننے کو ترستے ہیں جبکہ اللہ ان طریقوں کے ذریعے اپنا محبوب بنا رہا ہے۔

۴۔ اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرنے جانے والے بھی اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ اولیاء اس کے حقیقی پیکر ہوتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: اس دنیا میں کوئی شے ایسی نہیں رہ گئی جس سے لذت ملے سوائے دوستوں سے ملاقات کرنے کے۔ یہ لوگ اللہ کی محبت میں ایک مجلس میں آپس میں جڑ کر بیٹھتے ہیں۔ محبت کا رشتہ فاصلوں کو مٹا دیتا ہے اور دور دور رہنے والوں کو قریب کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ اس دنیا میں دوستوں کا وجود ایک دوسرے کے لئے دین میں مدد ونصرت ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ دوستی غموں کو مٹا دیتی ہے۔ دوست دوست سے ملے اور غم کم نہ ہوں تو اس دوستی پر سوالیہ نشان ہے۔ دنیا میں بہت زیادہ غم ہیں، لہذا آپس میں مل کر غم بانٹا کریں، دلجوئی، حوصلہ افزائی

کیا کریں تا کہ دوسروں کا غم کم ہو۔ دوسروں کی ضرورت و حاجت کو پورا کرنے والا اعلیٰ اخلاق پر ہوتا ہے۔ پس فاصلے مٹا کر وصل لانے والوں سے بھی اللہ محبت کرتا ہے۔

رفقاء، رفاقت کو صحیح کریں۔ رفاقت کی روح زندہ کریں۔ جو رفیق نہیں وہ رفاقت لیں، اس لئے کہ رفاقت سے وصل ملتا ہے۔ رفاقت سے وصل کے راز نصیب ہوتے ہیں۔ اس رفاقت سے اللہ، رسول، اولیاء، والدین، بہن بھائیوں، معاشرہ اور پڑوسیوں سے وصل کے آداب جاننے کا موقع ملتا ہے اور ظرف میں وسعت و سخاوت پیدا ہوتی ہے۔

7۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 2 جولائی 2016ء (ہفتہ)

شہر اعتکاف میں انفرادی و اجتماعی معمولات کے ذریعے معتکفین اپنا اپنا نصیب سمیٹ رہے ہیں۔ آج اللہ کے لئے گوشہ نشین ہونے والوں کا اس شہر اعتکاف میں چھٹا دن ہے۔ ان کا ذوق وشوق اور روحانی لذت و سرور اپنے عروج پر ہے۔ ایک طرف انہیں حضور قدوۃ الاولیاءؒ کا روحانی فیض حاصل ہو رہا ہے اور دوسری طرف علمی وفکری مجالس ان کے ایمان، یقین، استقامت، روحانیت اور اخلاق میں اضافہ کا باعث ہو رہی ہے۔ آج کی رات رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے جو لیلۃ القدر کے نام سے جانی جاتی ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے زیر انتظام ہر سال اس موقع پر عالمی روحانی اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں معتکفین کے علاوہ ملک بھر سے لاکھوں عوام شرکت کرتی ہے۔

عالمی روحانی اجتماع (لیلۃ القدر)

تحریک منہاج القرآن کے شہر اعتکاف میں رمضان المبارک کی 27 ویں شب عالمی روحانی اجتماع منعقد ہوا اس عالمی روحانی اجتماع کی صدارت جگر گوشہ قدوۃ الاولیاء حضرت پیر السید محمود محی الدین القادری الگیلانی مدظلہ العالی نے فرمائی۔ روحانی اجتماع میں شہر اعتکاف کے ہزاروں معتکفین و معتکفات سمیت لاکھوں عشاقان مصطفیٰ ﷺ مرد و خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کی تمام کارروائی www.Minhaj.tv، فیس بک اور دیگر نجی ٹی وی چینلز کے ذریعے براہ راست نشر کی گئی۔ عالمی روحانی اجتماع میں دنیا بھر کے علاوہ انڈیا کے 200 سے زائد مقامات سے لوگوں نے اجتماعات کی صورت منہاج TV کے ذریعے شرکت کی۔

عالمی روحانی اجتماع کی کارروائی کا آغاز نماز عشاء نماز تراویح اور باجماعت صلوۃ التسبیح کے بعد تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جس کے بعد محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی نے نہایت خوبصورت انداز میں قصیدہ بردہ شریف پڑھا۔ محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی نے محمد افضل نوشاہی اور ہمنواؤں کے ساتھ عربی نعت "یانور العین" پڑھی جس پر شرکاء نے جھوم جھوم کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں محمد افضل نوشاہی، منہاج نعت کونسل، ظہیر بلالی، امجد بلالی اور شہزاد برادران نے اجتماعی ذکر کیا۔ اس موقع پر "پکارو شاہ جیلاں کو پکارو" منقبت بھی بارگاہ غوث الاعظم میں پیش کی گئی۔ محفل کے دوران بارش کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا مگر تمام شرکاء بارش کے اندر بھی نہایت ذوق وشوق سے بیٹھے رہے اور محفل سے روحانی کیف و سرور حاصل کرتے رہے۔

عالمی روحانی اجتماع میں ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور نے صاحب صدارت حضرت پیر صاحب کو خوش آمدید کہا اور اُن کی آمد پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کے انتظام و انصرام میں خصوصی دلچسپی لینے پر محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا بھی شکریہ ادا کیا۔ نیز اس عالمی مرکز پر تشریف لانے والے جملہ شرکاء کو

خوش آمدید کہا۔

اعتکاف پر آنے والی نئی تصانیف

اس موقع پر محترم مفتی ارشاد حسین سعیدی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی اعتکاف کے موقع پر نئی شائع ہونے والی درج ذیل کتب کا تعارف پیش کیا:

۱۔ فضیلتِ روایتِ حدیث اور مقامِ اِسناد ﴿تَرْغِيْبُ الْعِبَادِ فِي فَضْلِ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ وَمَكَانَةِ الْإِسْنَادِ﴾

۲۔ اَربعین: ایمان بالنبی ﷺ ﴿اَلْقَوْلُ الصَّفِيّ فِي فَضْلِ الْإِيْمَانِ بِالنَّبِيّ ﷺ﴾

۳۔ اَربعین: حقیقتِ ایمان: محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ ﴿تَنْوِيْرُ الْإِيْمَان فِي مَحَبَّةِ النَّبِيِّ ﷺ الْمُرْتَفِعِ الشَّان﴾

۴۔ اَربعین: عقیدۂ ختمِ نبوت ﴿مُنْتَهَى السُّبُل فِي كَوْنِ النَّبِيِّ ﷺ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُل﴾

۵۔ اَربعین: اَشیاءِ خور و نوش کی تخلیق اور ان میں اِضافے کے معجزات ﴿اَلْفَضْلُ التَّمَام فِي مُعْجِزَةِ تَخْلِيْقِ الْمَاءِ وَتَكْثِيْرِ الطَّعَام﴾

۶۔ اَربعین: فضیلت و آدابِ ذِکرِ اِلٰہی ﴿كَاشِفُ الْأَحْزَان بِمَا رُوِيَ فِي فَضِيْلَةِ ذِكْرِ الرَّحْمَان﴾

۷۔ اَربعین: روایتِ حدیث میں اِسناد کی اَہمیت ﴿اَلْإِرْشَاد فِي مَكَانَةِ الْإِسْنَاد﴾

۸۔ اَربعین: روایت و فہمِ حدیث کی فضیلت ﴿اَلْقَوْلُ الْحَثِيْث فِي فَضْلِ الرِّوَايَةِ وَفِقْهِ الْحَدِيْث﴾

۹۔ اَربعین: علمِ حدیث کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ﴿اَلتَّحْدِيْث فِي الرِّحْلَةِ لِطَلَبِ الْحَدِيْث﴾

۱۰۔ کاروانِ اِنقلاب (23 دسمبر 2012ء تا 23 اکتوبر 2014ء) (مصنف: سبط جمال پٹیالوی)

☆ کتب کے تعارف کے اس موقع پر شیخ الاسلام نے ان کتب کی اہمیت و افادیت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

صرف احادیث پر 200 کے قریب کتب چھپ چکی ہیں۔ پچھلی 2 صدیوں میں اتنا بڑا کام کسی نے نہیں کیا۔ لہذا کارکنان و رفقاء علم سے محبت اور پڑھنے سے محبت پیدا کریں۔ علم کے بارے میں اتنا مواد آپ کے پاس ہے کہ آپ کو ہر موضوع پر کتات یہاں سے مل جائے گی۔ یہ حضور علیہ السلام کی خیرات ہے۔

ہم اہل سنت و اہل تصوف ہیں۔ پہلے دور میں بڑے بڑے محدث اہل تصوف تھے۔ وہ مجتہد و محدث بھی تھے اور صوفی بھی تھے۔ پچھلے دو تین سو سال سے علماء کا ایک طبقہ ایسا آیا جنہوں نے تصوف کو بدعت قرار دیا اور اہل تصوف کو طعنہ دیا گیا کہ حدیث ان کے پاس ہے ہی نہیں، یہ صرف اولیاء کے اقوال بیان کرتے ہیں، اپنے حلقات کرتے ہیں، ذکر و اذکار کرتے ہیں، ان کے پاس قرآن و حدیث کا علم نہیں ہے۔ حدیث اور تصوف پر منہاج القرآن نے عظیم کام کرکے ان کے طعنہ کا جواب دے دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا سر بلند ہو اور ہر شخص ان کتب کا مطالعہ کرے اور اپنی ذاتی لائبریری قائم کرے، اس لئے کہ منہاج القرآن، تحریکِ علم بھی ہے۔

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: تعلق باللہ اور معرفتِ الٰہیہ)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عالمی روحانی اجتماع کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اللہ رب

العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. (آل عمران: ١٠١)

جس شخص نے اللہ کا دامن تھام لیا وہ سیدھی راہ پا گیا، جو بندہ اللہ سے محبت کر لے، اللہ اسکو چاہنے لگتا ہے اور اس سے محبت کر لیتا ہے۔ جب بندہ اللہ کا ارادہ کر لے تو وہ مرید بن جاتا ہے، اور اللہ جن کا ارادہ کر لے وہ مراد بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت خوش نصیب ہیں، جن کا ارادہ خود اللہ فرما لیتا ہے۔ جب بندہ اللہ کی طرف سے مراد ہو جاتا ہے تو ساری دنیا اس بندے سے محبت کرنے لگتی ہے۔

آج ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہماری ہر طلب دنیا کے لیے ہوتی ہے، ہم تسبیحات اور عبادت بھی دنیا کے دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔ اللہ کی طلب اور یاد میں خود کو خالص بنا لو، تو زندگی کے مزے اور لطف ہی کچھ اور ہوں گے۔ کیونکہ اگر بندہ اپنی چاہت خالص کر لے اور اللہ کو محبت کی آرزو سے طلب کرے تو وہ شخص اللہ کا وصال پا لے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے مجھے صدق دل سے طلب کیا اس نے مجھے پالیا۔ جس نے میرے سوا کسی اور چیز کی طلب کی، وہ کچھ پائے یا نہ پائے مجھے نہیں پائے گا۔ جس نے مجھے توبہ کی آرزو کے ساتھ طلب کیا اس نے مجھے مغفرت کے ساتھ پالیا۔ جس نے مجھے توکل کے ساتھ طلب کیا، اس کی کوئی حاجت نہ رہے گی اور جس نے میری محبت کے ساتھ مجھے طلب کیا، اس نے میرا وصال پالیا۔

حضرت عبداللہ بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز سفر میں جا رہا تھا وہاں اللہ والا ملا۔ میں نے اس عارف کو سلام کیا اور اس سے کہا: اے عارف میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بات مختصر کرنا دن گزرے جا رہے ہیں، سانسوں کی گنتی ہو رہی ہے۔ آپؒ نے پوچھا تقویٰ کی جڑ، کمال یا راز کیا ہے؟ جواب دیا: اللہ کے ساتھ صبر کے ساتھ رہنا پوچھا: صبر کا راز کیا ہے؟ ہر حال میں اللہ پر توکل رکھنا۔۔۔ پوچھا: توکل کا راز کیا ہے؟ ہر طرف سے دھیان کو کاٹ کر ہر طرف سے اللہ کی طرف ہو۔

پوچھا: دنیا میں سب سے لذیذ شے کیا ہے۔۔۔؟ انہوں نے کہا اللہ کے ذکر سے انس رکھنا۔۔۔ پوچھا: سب سے زیادہ قریب شے کیا ہے۔ جو آسانی سے ملے؟ اللہ سے ملنا۔۔۔ پوچھا: دل کے لئے تکلیف دینے والی شے کیا ہے؟ کہا: اللہ سے اور اس کی طلب سے جدا رہنا۔۔۔ پوچھا: سب سے زیادہ سرور اور خوشی کس چیز میں ہے؟ کہا: ہر حال میں اللہ کے ساتھ خوش رہے۔۔۔ پوچھا: سلامتی والا دل کیا ہے؟ کہا: وہ ہے جس دل میں اللہ کے سوا کوئی نہ ہو۔۔۔ پوچھا: آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟ کہا: اللہ کے خزانوں سے۔۔۔ پوچھا: آپ کو پسند کیا ہے؟ کہا: جو فیصلہ اللہ کر دے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا گیا کہ درست دل کی علامت کیا ہے۔۔۔؟ فرمایا جو دنیا کے غموں سے پاک ہے وہ درست دل ہے۔۔۔ پوچھا: اس دل کی خوراک کیا ہے؟ کہا: مولا کا ذکر ہے۔۔۔ پوچھا: صدق و ارادہ کیا ہے؟ کہا: اپنی عادت کو چھوڑ دو۔۔۔ پوچھا: شوق کیا ہے؟ فرمایا: جو کچھ دنیا میں ہے اسے نہ دیکھنا۔ پوچھا: مودت کیا ہے؟ کہا: اللہ سے موافقت رکھنا۔۔۔ پوچھا: غریب/ انوکھا شخص کون ہے؟ کہا: جسے مولا کی محبت نہیں ہے وہ غریب ہے۔۔۔ پوچھا: افضل اعمال کیا ہے؟ کہا: ہر حال میں مولا کا ذکر کرنا۔۔۔ پوچھا: وفا کیا ہے؟ صدق و صفا کا نام ہے۔۔۔ شریف/ عزت والا کون ہے؟ کہا: جو رب کریم کے ساتھ محبت کرے وہی شریف ہے۔۔۔ دنیا کیا ہے؟ جو شے اللہ سے دور کر دے۔۔۔ عبادت کیا ہے؟ ہر وہ عمل جو مولا کے قریب کرے وہ عبادت ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں: یارب دل چاہتا ہے کہ تجھ سے ملوں، تجھ سے ملاقات کروں، وصال کیسے ہو؟ جواب دیا: یہ جونفس ہے اس سے ''میں'' نکال دے میرا وصال نصیب ہوگا۔

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نے ایک جواں کو دیکھا، چھوٹے بچے اس نوجوان کو پتھر مار رہے تھے۔ انہوں نے بچوں سے پوچھا اس جوان کو کیوں مارتے ہو۔ بچے کہنے لگے پاگل ہے، یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کو دیکھتا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم اللہ کو دیکھتے ہو تو اس نے کہا ایک لمحہ بھی اس کا جلوہ حسن نگاہوں میں نہ رہے تو میں مرجاؤں۔ حضرت ذوالنونؒ نے پوچھا کیا تم پاگل ہو؟ اس نے کہا: زمین والوں کے لئے پاگل مگر آسمان والوں کے لئے نہیں، پوچھا تیرا مولا کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ کہا: جس دن سے اسے پہچان لیا ہے اس دن سے کسی کی پرواہ نہیں۔ اس کے حکم کو ٹالا نہیں، اس کی چاہت سے منہ موڑا نہیں، اس لئے مولا نے مجھے لوگوں سے دور کرنے کے لئے پاگل کردیا۔

اس حال کو پانے کی کوشش کریں ضروری نہیں کہ دریا ملے، قطرہ ہی مل جائے تو مقدر بدل جاتا ہے۔ اگر جام نہ ملے تو اس کی بو ہی مل جائے تو وہ بھی کفایت کرجاتی ہے۔ دل دنیا اور غیر کی محبت سے خالی ہوجائے تو نور آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس رات کی برکت سے ہمارے دلوں کو بدل دے۔

خطاب کے بعد شیخ الاسلام نے رقت آمیز دعا کروائی، جس میں ہر آنکھ اشکبار اور ہر طرف آہیں اور سسکیاں تھیں اور اس روحانی وجدانی ماحول میں عالمی روحانی محفل اپنے اختتام کو پہنچی

8۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 3 جولائی 2016ء (اتوار)

☆ حسب معمول نماز عشاء و تراویح کے بعد رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی آٹھویں رات کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ پروگرام کے آغاز میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں گوشہ درود میں گوشہ نشین ہونے والے احباب نے شیخ الاسلام سے مصافحہ کیا اور اپنی اسناد وصول کیں۔ محترم علامہ غلام مرتضیٰ علوی (ناظم تربیت) نے شرکاء کو آگاہ کیا کہ گوشہ درود میں ماہ مئی و جون 2016ء میں 2 ارب 86 لاکھ 16 ہزار 700 مرتبہ درود پاک کا نذرانہ پیش کیا گیا۔ اب تک گوشہ درود کے زیر اہتمام کل 1 کھرب 20 ارب 5 کروڑ 75 لاکھ 26 ہزار مرتبہ درود پاک حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کیا جاچکا ہے۔

اس موقع پر انہوں نے تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام بچوں کی تربیت کے حوالے سے منعقدہ ماہانہ کڈز فیسٹیول کی تفصیلات سے بھی شرکاء کو آگاہ کیا کہ تحریک کے زیر اہتمام کس طرح بچوں کی علمی، فکری، اخلاقی، روحانی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کس طرح بچوں کے مزاج کے پیش نظر کارٹونز، کہانیوں اور کلپس کے ذریعے دین اسلام کی ابتدائی تعلیمات اور بنیادی اقدار بچوں میں جاگزیں کرائے جاتے ہیں۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے معمول کے خطاب سے قبل شرکاء اعتکاف کو درج ذیل امور کی جانب متوجہ کیا اور انہیں ان امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تاکید فرمائی:

ا۔ اس روئے زمین پر گوشہ درود کی صورت میں حاصل سعادت صرف تحریک منہاج القرآن کا نصیب ہے۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ روئے زمین پر ایسا کوئی مقام نہیں جہاں باقاعدہ اہتمام و انتظام کے ساتھ 24 گھنٹے حضور ﷺ کی بارگاہ

میں درود پاک پڑھا جائے۔ لہذا تمام لوگ سال میں جس طرح دس دن اعتکاف کے لئے مختص کرتے ہیں، اسی طرح سال میں 10 دن گوشہ درود کے لئے بھی مختص کریں اور اپنی رجسٹریشن کروائیں۔

۲۔ شریعہ کالج (COSIS) اور منہاج گرلز کالج تعلیم و تربیت کے بہترین ادارے ہیں۔ یہاں علم، اخلاق اور روحانیت کی باقاعدہ تربیت کا اہتمام ہوتا ہے۔ ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت میں فلاح کے لئے اپنے اور اپنے اعزاء و اقارب کے بچوں اور بچیوں کو یہاں ضرور بالضرور داخلہ دلوائیں، یہاں تعلیم و تربیت کا اعلیٰ ماحول ہے جو کہ دیگر تعلیمی اداروں میں دستیاب نہیں ہے۔

محفل نعت سے فراغت کے بعد شیخ الاسلام نے شہر اعتکاف میں اپنا ساتواں خطاب ارشاد فرمایا:

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: حسنِ ادب اور حسنِ خلق)

ادب کیا ہے؟ حسن معاملہ کا نام ادب ہے۔ یعنی دوسروں سے برتاؤ معاملہ کو بطریق احسن نبھانا حسن ادب ہے۔ اگر معاملہ اللہ کے ساتھ ہو تو عبادت ہے۔ اگر ادب اعلیٰ ہو جائے تو حسن ادب کہلاتا ہے۔ ہمارے ہاں ادب صرف Respect تک محدود ہے۔ یہ ادب ہے مگر یہ ادب کے مضمون کا ایک حصہ ہے۔ دوسرے کا حق ادا کرنا ادب کہلاتا ہے۔ خواہ وہ حقوق اللہ میں ہو یا حقوق العباد۔ اللہ، حضور ﷺ، صحابہ کرام، اکابر اولیاء وصلحاء کے حقوق کو بطریق احسن بجالانا ان کا ادب کہلاتا ہے۔ اسی طرح چھوٹوں کا بھی ادب ہے۔ رشتہ داروں، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنا بھی ادب کا حصہ ہے۔ اچھے طریقے سے بیٹھنا، مصافحہ کرنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، آنے والے کی ضرورت پوری کرنا ادب ہے۔ تیمار داری، جنازہ میں شرکت اور بیوی بچوں سے حسن سلوک بھی ادب ہے۔ اساتذہ کی عزت کرنا بھی ادب ہے اور جانوروں کو اذیت نہ دینا بھی ادب ہے۔

احادیث کی کم و بیش تمام کتب میں کتاب الادب، باب الادب یا ابواب الادب موجود ہیں۔ جن میں ان تمام مضامینِ ادب کو جمع کیا گیا ہے۔ امام بخاری نے الادب المفرد کے نام سے جامع کتاب لکھی۔ یاد رکھیں! ساری زندگی بسر کرنے کا سلیقہ ادب کہلاتا ہے۔ اگر ادب سنور جائے تو اخلاق سنور جاتے ہیں۔ ادب سارا دین ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے میری شان کے لائق ادب سکھایا اور میرے ادب کو سنوارا۔

امام مالکؒ کے شاگرد امام القاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں 20 سال امام مالکؒ کی خدمت میں رہا اور ان سے پڑھا۔ مجھے امام مالکؒ نے 18 سال ادب پڑھایا اور سکھایا۔ آخری 2 سال صرف علم پڑھایا۔ اب پچھتاوا ہے کہ کاش آخری دو سال بھی علم کے بجائے ادب پر لگائے ہوتے۔

معلوم ہوا کہ علم سے ادب نہیں آتا لیکن اگر ادب سنور جائے تو علم آجاتا ہے۔ ادب دین کا نام ہے اور بے ادبی بے دینی کا نام ہے۔ پہلے زمانے میں اولیاء فرماتے تھے کہ ادب آٹے کی طرح ہو اور علم نمک کی طرح ہو پھر علم فائدہ مند/ نافع ہے۔ دشمن کا نام بھی لیں تو بدتہذیبی سے نہ لیں۔ اپنا نقطہ نظر تہذیب سے بیان کریں یہ بھی ادب ہے۔ حضور ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے کبھی ابولہب و ابوجہل کو بھی گالی نہ دی، بدتہذیبی سے بات نہ کی۔ بدتہذیبی دین اسلام کا حصہ نہیں۔ لہذا اہل علم، مشائخ، اساتذہ، قائدین، رہنماؤں کو اپنی مثال پیش کرنی چاہئے تاکہ ان کی سیرت و کردار سے رہنمائی لیتے ہوئے نئی نسلیں اپنی زندگی کو سنوار سکیں۔ ادب ظاہر و باطن کی تہذیب/ ستھرا کرتا ہے۔ یاد رکھیں کہ ظاہر کے سنورنے سے باطن پر

اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ/ والدین/ بڑوں کی خدمت کرنے سے بھی بڑی بات اس خدمت کا ادب جاننا ہے۔ ادبِ خدمت کا رتبہ، نفسِ خدمت سے بڑا ہے کہ خدمت کرنی کیسی ہے؟ ادب کیسے کرنا ہے؟ حق ادا کیسے کرنا ہے؟ ادب اگر آجائے تو انسان کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ ہمیں کسی کی برائی/ گناہ معلوم ہوجائے تو ہم اس کو بے عزت کرنے/ نکلوانے کے درپے ہوجاتے ہیں۔ اگر گناہ نہ بھی کیا ہو تو تہمت لگانے اور گناہ کو اچھالتے ہیں جبکہ اولیاء کا طرزِ عمل یہ ہے کہ دوستوں کے لئے مغفرت وبخشش کرتے ہیں۔

حضرت ابوالقاسم اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر الوراقؒ سے پوچھا کہ کس کی صحبت میں بیٹھا کروں؟ فرمایا اس کے پاس بیٹھو جو شخص تجھ سے نیکی کرے تو بھول جائے، نہ تجھے یاد دلائے نہ خود یاد رکھے۔ اس کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھو جو تیری برائی کو یاد رکھے۔ برائی کو وہ اس لئے یاد رکھتا ہے تاکہ تجھے بے عزت وشرمندہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے پوچھا گیا کہ دوستی کس سے کریں؟ فرمایا: وہ دوست نہیں ہے کہ جب تم سے اس کے حق میں غلطی ہوجائے تو وہ تم سے معذرت طلب کرے۔ دوست وہ ہے جس کو تمہاری معذرت کی کبھی حاجت نہ ہو۔ معذرت کروانے کا مطلب دوسرے کو شرمندہ کرنا ہے۔ فرمایا: اس سے بھی دوستی/ صحبت نہ رکھو کہ جب تمہیں حاجت ہو تو تمہیں اس سے سوال کرنا پڑے بلکہ وہ تیرے چہرہ/ حالات دیکھ کر خود معلوم کرلے اور تیری حاجت پوری کردے۔

ہماری زندگی بہت مختلف ہے، اللہ، رسول، اولیاء وصوفیاء کی تعلیمات و بندگی سے ہمارا کوئی سروکار نہیں۔ ہم صرف نعرے لگاتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ، برتاؤ کو بدلنا ہوگا۔ یہ معیار جو اولیاء وصوفیاء نے ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں دیا، اس کو اپنانا ہوگا۔

حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا کہ مرد کون ہیں؟ فرمایا جو ذاتی معاملہ میں بدلہ لینے کی طاقت رکھے مگر معاف کردے۔ اللہ اس سے یہ سلوک کرے گا کہ اس بندے نے طاقت کے باوجود معاف کردیا، لہذا میں بھی اس کے گناہوں کے باوجود اس کو معاف کردیتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے لوگوں کے عیب دیکھے، وہ اپنے عیب دیکھنے سے اندھا رہے گا اور جس نے اپنے عیب دیکھنے شروع کردیئے وہ دوسروں کے عیب دیکھنے سے نابینا ہوجائے گا۔ اپنے عیب دیکھتے رہیں گے تو اصلاح کا موقع ملتا رہے گا:

نہ تھی اپنے گناہوں پر جو نظر ـــــ رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پر جو نظر ـــــ تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

9۔ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 4 جولائی 2016ء (سوموار)

آج ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی آخری طاق رات ہے۔ نمازِ عشاء ونمازِ تراویح کے بعد شیخ الاسلام تحریک کی جملہ مرکزی قیادت کے ساتھ سٹیج پر موجود ہیں۔ آج بھی نماز تراویح کی آخری چار رکعت کی امامت محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی نے کروائی اور نماز عشاء کی دو رکعت نماز نفل کی امامت محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی نے کروائی۔ آج کی محفل نماز تراویح کے دوران ختم قرآن مجید کی محفل کے نام سے موسوم کی گئی۔

آج کے پروگرام میں 17 جون اور انقلاب مارچ کے دوران شہید ہونے والے شہداء کے ورثاء بطور مہمان خصوصی سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ علاوہ ازیں اس انقلابی جدوجہد کے دوران زخمی اور قیدی ہونے والے احباب بھی بطور خاص اگلی نشستوں پر تشریف فرما تھے۔ شیخ الاسلام نے شہداء کے لواحقین سے خصوصی ملاقات کی اور انہیں دعاؤں سے نوازا۔

☆ پروگرام میں نماز تراویح کے دوران قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل کرنے والے قراء، جامع مسجد منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن اور جامع مسجد المنہاج بغداد ٹاؤن کے ائمہ، خطباء، مؤذنین، خادمین کو محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی اور محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی نے پھولوں کے ہار پہنائے اور تحائف دیئے۔ شیخ الاسلام نے ان تمام احباب سے مصافحہ کیا اور دعاؤں سے نوازا۔

☆ پروگرام میں مفتی اعظم منہاج القرآن محترم المقام مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی مدظلہ کو بھی ان کی بے مثال علمی و فکری خدمات پر تحائف سے نوازا گیا۔ اس موقع پر محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی اور محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی کو بھی اعتکاف کے دوران خوبصورت قرأت پر شیخ الاسلام نے پھولوں کے ہار پہنائے۔

خصوصی گفتگو شیخ الاسلام

ختم قرآن کے اس پروگرام میں شیخ الاسلام نے اپنے معمول کے خطاب سے قبل درج ذیل امور پر تربیتی حوالے سے خصوصی گفتگو کی:

ا۔ مطالعہ اور علم کے کلچر کا فروغ: شیخ الاسلام نے مطالعہ کی اہمیت اور علم کے کلچر کے فروغ پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دوران تعلیم اپنی بنیادی ضروریات میں سے بھی کچھ نہ کچھ رقم ضرور بچاتا اور اس رقم کو کتب کی خریداری پر صرف کرتا۔ میں سائیکل پر سفر کرلیتا اور کرائے کی مد میں بچائی گئی رقم سے اپنے غریب کلاس فیلوز کی مدد کرتا اور کتب خریدتا۔ بعض اوقات ایک دو ٹائم فاقہ برداشت کرلیتا اور اس بچائی گئی رقم سے بھی کتابیں خرید لیتا۔ لہذا آپ بھی اپنے اندر علم کے کلچر کو زندہ کریں، مطالعہ کرنا اپنی عادت بنائیں۔ زندگی علم کے بغیر بیکار ہے۔ عمل بھی علم کے بغیر حسین نہیں بنتا۔ میں نے جوامت کی خدمت کے لئے سینکڑوں کتب لکھی ہیں، میں ان سے ایک روپے کی بھی رائیلٹی نہیں لیتا بلکہ وہ تمام رقم بھی دین کے فروغ کے لئے وقف ہے۔ یہ کتب آپ کے لئے ہیں لہذا ان کتب کو خریدیں، ہر شخص اپنی ذاتی لائبریری بنائے۔ میرے خطابات کی DVD's, CDs خریدیں اور سنیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص مطالعہ کا شغف رکھے اور کتب کو اپنی زندگی کا زیور بنائے۔

۲۔ اولاد کی تربیت: دوران اعتکاف محترم صاحبزادہ حماد مصطفیٰ المدنی اور محترم صاحبزادہ احمد مصطفیٰ العربی کی اعلیٰ پائے کی تربیت نے معتکفین کو حیران کردیا۔ معتکفین نے اولاد کی تربیت کے حوالے سے شیخ الاسلام سے رہنمائی کی گزارش کی۔ اس سلسلے میں آپ نے ارشاد فرمایا:

میرے یہ دونوں پوتے الحمدللہ دینی و دنیاوی دونوں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ بیرون ملک رہنے کے باوجود ان کی دینی تعلیم بھی بھرپور طریقے سے جاری ہے۔ ان کا باقاعدہ ٹائم ٹیبل ہے جس کے مطابق یہ اپنی دینی و دنیاوی دونوں تعلیموں کو یکساں وقت دیتے ہیں۔ شریعہ مضامین، تجوید وقرات کی تعلیم اور روحانی ماحول انہیں گھر میں بہم میسر رہتا ہے۔ گھر کے تمام افراد ان کی امامت میں فرض ونفل نماز کی ادائیگی کرتے ہیں۔

بتانا مقصود یہ ہے کہ بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ ان کے اندر دین کا شغف پیدا ہو۔ اس سلسلہ میں چھوٹی عمر سے ہی ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعد ازاں جب عمر زیادہ ہوجائے تو عادات پختہ ہوجاتی ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کا بچہ دین، ملک اور اس مشن کا مستقبل ہے۔ جس طرح ہم لوگ ان کی خوراک، لباس اور حاجاتِ ضروریہ کا دھیان رکھتے ہیں اسی طرح ان کے اخلاق، عبادات اور روحانیت پر بھی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔

۳۔ ضرب امن مہم: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس موقع پر تحریک منہاج القرآن کی طرف سے آغاز کردہ ضرب امن مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

مسلح دہشت گردی و انتہا پسندی کے خاتمہ کے لئے جس طرح پاک فوج ضرب عضب کر رہی ہے اسی طرح تحریک منہاج القرآن بھی دہشت گردی و انتہاء پسندی کی فکری بیخ کنی کے لئے ضرب امن کے ذریعے اپنا کردار ادا کررہی ہے۔ قیام امن کے لئے تحریک نے فکری، نظریاتی، اعتقادی اور علمی اعتبار سے اس مہم کا آغاز کیا ہے۔ لہذا تمام کارکنان و رفقاء ضرب امن مہم کا حصہ بنیں اور اسے فروغ دیں۔ تمام رفقاء و کارکنان کے اندر چار چیزیں ہونی چاہئیں:

۱۔ علم ۲۔ امن ۳۔ اخلاق ۴۔ عشقِ مصطفی ﷺ

ان چاروں چیزوں کا نام اسلام اور پاکستان ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ ہم ان چاروں چیزوں کے ساتھ ساتھ شہداء کے ورثاء کے لئے انصاف اور قصاص کے مطالبے پر بھی قائم ہیں اور انصاف و قصاص ان شاء اللہ لے کر رہیں گے۔ 17 جون کی شہادتوں اور دھرنوں کے بعد حکمران خاندان کے نمایاں افراد نے مجھ سے ملاقات کی اور معافی کی درخواست کی مگر میں نے ان کی اس درخواست کو یہ کہہ کر یکسر مسترد کردیا کہ اگر میرے بیٹے شہید ہوئے ہوتے تو مجھے معاف کرنے کا اختیار حاصل تھا اور میں معاف کرنے کے بارے میں بھی سوچتا مگر یہ میرے کارکنان شہید ہوئے ہیں۔ جن کے لواحقین نے مجھ پر اعتماد کیا اور حکومت کی کروڑوں روپوں کی آفر کو ٹھکرادیا۔ لہذا میں کبھی شہیدوں کے خون کو بیچنے اور ان کے لواحقین کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ لہذا اس سلسلہ میں تمہاری معافی کی درخواست کو قطعاً قبول نہیں کرتا۔ ظالم و متکبر حکمرانوں کے لئے معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔

شہداء کے لواحقین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جس ملک میں ہر روز خون بکتا ہے، وہاں یہ انصاف اور قصاص کے مطالبے کو لئے عدل و انصاف کی آبیاری کے لئے استقامت کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔

☆ شیخ الاسلام کی اس تربیتی گفتگو کے بعد محترم محمد افضل نوشاہی اور منہاج نعت کونسل کے احباب نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ جس کے بعد شیخ الاسلام نے اعتکاف کے دوران اخلاق کے موضوع پر ہونے والے سلسلہ وار خطابات کا آٹھواں اور آخری خطاب ارشاد فرمایا۔

خطاب شیخ الاسلام (موضوع: اخلاق کیسے سنواریں؟)

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (الحشر: ۹)

’’یہ لوگ اُن سے محبت کرتے ہیں جو اِن کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اور یہ اپنے سینوں میں اُس

(مال) کی نسبت کوئی طلب (یا تنگی) نہیں پاتے جو اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو''۔

اس آیت میں مہاجرین و انصار دونوں کا ذکر کیا مگر انصار کی بطور خاص فضیلت بیان کی جنہوں نے مہاجرین کو اپنے وسائل میں شریک کیا اور اپنے وسائل ان کے سکھ چین پر خرچ کئے اور ان سے ان کی اجنبیت کو ختم کیا۔ ان کی تعریف کرکے اللہ رب العزت نے درحقیقت ہمیں اس کردار کی طرف متوجہ کیا ہے۔ انصار کو معلوم تھا کہ یہ مہاجرین 3 دن کے مہمان نہیں بلکہ مستقل سکونت اختیار کررہے ہیں۔ اس کے باوجود ان سے اس قدر محبت کا اظہار اور وسعت ہمیں اس کردار کو اپنانے کی دعوت دینا ہے۔ ہمارے ہاں کوئی ایک دن کچھ لمحات کے لئے بھی مہمان آجائے تو ہم تیوری چڑھا لیتے ہیں۔

انصار کی اس قربانی و ایثار پر اللہ نے فرمایا کہ انصار آنے والوں کو اپنی جانوں پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ یعنی یہ نہیں کرتے کہ پہلے خود کھائیں اور جو بچ جائے وہ انہیں دے دیں بلکہ طرزِ عمل یہ تھا کہ پہلے ان کی ضرورت پوری کرتے اور پھر جو بچ جاتا اس کو اپنے استعمال میں لاتے۔ نہ بچتا تو فاقہ کرتے۔ ان کے اس طرزِ عمل پر اللہ نے ان سے اپنی محبت کا اظہار خیال کیا۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ نے انصار کی دو خوبیاں بیان کیں:

۱۔ وسعت قلب　　　۲۔ اپنی جانوں پر بھی ترجیح دینے کا عمل

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ عدل دوستوں کے لئے نہیں ہوتا۔ عدل دشمنوں کے لئے ہوتا ہے۔ عدل دوستوں کے لئے بے وفائی ہے۔ عدل سے مراد ہے کہ جس کا جو حصہ ہے اس کو وہ دینا اور دوسرے کو اس کا حصہ دینا۔ دوستوں کے ساتھ کرم، وفا، احسان ہوتا ہے کہ اپنا حصہ/ پسند/ راحت/ خوشی/ مسرت بھی دوستوں کو دے دیتے ہیں۔ افسوس ہم کہاں ہیں؟ ہمارے ہاں دوستوں، رشتہ داروں کے لئے احسان تو دور کی بات، عدل تک نہیں ہے۔ ہم مرتبہ حرص، عناد، عداوت پر ہیں۔ ہم تو دوست احباب کے ساتھ تعلق بھی مقابلہ کا رکھتے ہیں۔ ہم نے ہر شے کو رسم بنادیا۔

حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن ابی حاتمؒ سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ اللہ والوں کا طریقہ یہ ہے کہ جس بندہ پر اللہ کا فضل ہوجائے۔ اللہ والا اس بندے سے حسد نہیں کرتا۔ کسی شخص کا گناہ دیکھ لے تو اس گناہ کی وجہ سے اس پر طعنہ زنی نہیں کرتے، بدنام نہیں کرتے بلکہ پردہ ڈالتے ہیں۔ اس لئے کہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسی آزمائش مجھ پر نہ آجائے۔ ان کے حق میں اللہ جو فیصلہ فرمادے اس کو اللہ کا فیصلہ سمجھتے ہوئے قبول کرتے ہیں۔

حسد کا مطلب ہے کہ ہمیں اللہ کا امر/ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ اس لئے کہ دینے والا اللہ ہے، ہم اللہ کی تقسیم پر اعتراض کررہے ہیں۔ حسد ایک طرح کا کفر ہے، اس لئے کہ اللہ کے امر کا انکار ہے۔ اللہ والے کسی کی کسی نعمت پر حسد نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے اللہ سے محبت کرنے والے لوگ اور سلوک وتصوف کی راہ پر چلنے والے لوگ دوستوں کی تعریف کرتے تھے اور اپنی مذمت کرتے تھے۔ اب زمانہ اتنا بدل گیا ہے کہ اب لوگ دوسروں کو برا اور خود کو اچھا کہتے ہیں۔ فرمایا: اگلے وقت میں لوگ عزت و مرتبہ اور راحت کے لئے دوسروں کو منتخب کرتے اور تکلیف و مشکل اپنے لئے رکھتے۔ اب زمانہ ایسا ہے کہ راحت اپنے لئے اور تکلیف ومشکل دوسرے کے لئے رکھتے ہیں۔

ہمیں غصہ، تنگی اپنی طبیعتوں سے نکالنا ہوگا اور فراخی، نرمی لانی ہوگی۔ حسد سے اپنی جان کو عذاب میں ڈالنا ہے۔ اس کا حل اللہ کی عطا پر خوش ہونا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ مخلوق پر شفقت کے حوالے سے اللہ والوں کا حال کیا ہے؟ جسے ہم اپنائیں۔ فرمایا: مخلوق سے شفقت اس طرح کرو کہ جو وہ مانگیں، اپنی ذات کی ضرورت کے باوجود ان کو دے دو۔ جس امر کی ان پر طاقت نہ ہو وہ بوجھ ان پر نہ ڈالو۔ جو وہ سمجھ نہ سکیں، وہ بات ان سے نہ کرو۔

مزید فرمایا: میرا حال یہ ہے کہ اگر میرے دوست کے چہرے پر مکھی بھی بیٹھ جائے تو اس کی تکلیف مجھے ہوتی ہے۔ یہ **حریص علیکم** کا عکس ہے، اس لئے کہ اولیاء اللہ دراصل نبی کی سیرت کا عکس ہوتے ہیں۔

فرمایا: مخلوق کا عذر خود تلاش کرو، اس کی صفائی کے انتظار میں نہ رہو بلکہ اس کو شرمساری سے بچاؤ۔ جو صفائی اس نے دینی تھی، وہ عذر خود بخود تمہاری سمجھ میں آجائے۔ اگر یہ رویہ پیدا ہوجائے تو یہ ولایت ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والا وہ ہے جو ہر ایک سے وفا کرے، ہر ایک سے سخاوت کرے۔ ہر ایک کو عطا کرے۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جابر، قاتل و ظالم، ڈاکو کے خلاف کلمہ حق بلند کرنا اصل جہاد ہے اس کے لئے کوئی معافی نہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اس کردار کو ہمارا حال بنائے اور ہمارے بگڑے حال سنور جائیں۔ ہمارے اندر اخلاق، اعمال، روحانیت آجائے۔

10۔ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ 5 جولائی 2016ء (منگل)

آج رمضان المبارک کا آخری دن ہے۔ اس آخری دن معتکفین دن بھر ذکر و اذکار، درود و سلام، گریہ و زاری، مناجات، مراقبہ میں مصروف عمل رہے۔ اس کے علاوہ تربیتی حلقہ جات، فقہی مسائل اور علمی فکری نشستوں کا انعقاد بھی کیا گیا۔ شہر اعتکاف آخری مکمل دن گریہ و زاری اور رقت آمیز مناظر کی تصویر پیش کرتا رہا۔ بعد نماز مغرب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے تمام معتکفین سے **روایة الحدیث المسلسل بالمصافحه** بیان کی۔

اس حدیث کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ان کو اس روایت کی مصافحہ اور سماعت کے ساتھ اجازت شیخ حسین بن احمد عسیران سے ملی جو کہ انہوں نے جمادی الاول ۱۴۲۵ ہجری کو لبنان کے شہر بیروت سے حاصل کی۔ شیخ حسین بن احمد عسیران نے یہ روایت مصافحہ کے ساتھ الشیخ محمد بن العربی بن محمد المھدی العزوزی الحسنی سے اور انہوں نے مصافحہ کے ساتھ الشیخ محمد مصطفیٰ المشھور بماء العینین الشنقیطی سے اور انہوں نے مصافحہ کے ساتھ الشیخ محمد الکحیل سے اور انہوں نے مصافحہ کے ساتھ جن صحابی القاضی شمھورش سے یہ روایت حاصل کی۔

روایت کے مطابق آپ ﷺ نے مصافحہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر اس سے مصافحہ کیا جس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح چار لوگوں تک جس نے اس طرح مصافحہ کیا وہ جنت میں جائے گا۔ ابن الطیب کی سند میں اس طرح سات لوگوں تک مصافحہ کرنے کی روایت ہے۔

یہ حدیث مسلسل بالمصافحہ پانچویں مصافحہ کے ساتھ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے پاس پہنچی۔ آج 14 صدیاں گذر جانے کے بعد پانچویں نمبر تک آنے کی وجہ جن صحابی حضرت القاضی شمھورش ہیں جن کی عمر تقریباً ایک ہزار سال تھی۔ یہ شہر اعتکاف میں آنے والے معتکفین کے لئے خصوصی تحفہ بھی ہے اور یہ وہ حدیث مبارکہ ہے جس کے

اندر وجوب شفاعت محمدی کا بیش بہا خزانہ پنہاں ہے۔

☆ شوال المکرّم کا چاند نظر آنے کے اعلان کے بعد شیخ الاسلام نے تمام معتکفین کو علم، امن، حسن اخلاق اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے معاشرے میں تبدیلی کی نصیحت کی کہ یہاں سے جائیں تو دوسرے لوگ آپ میں تبدیلی محسوس کریں۔ آخر میں قبولیت کی گھڑیوں میں شیخ الاسلام نے رقت انگیز دعا کرائی۔ اس دعا کے دوران دامن طلب کو پھیلائے ہر شخص ندامت کے آنسو بہا کر بخشش و مغفرت طلب کر رہا تھا۔ یوں بارگاہ ایزدی میں آہوں، سسکیوں اور گریہ و زاری کے ساتھ یہ 25 واں سالانہ شہرِ اعتکاف اپنے اختتام کو پہنچا۔

متفرق امور

۱۔ دوران اعتکاف منعقد ہونے والی محافل میں نقابت کے فرائض نظامت دعوت کے احباب میں سے محترم علامہ اعجاز احمد ملک، محترم علامہ ارشاد حسین سعیدی، محترم علامہ ظہیر احمد نقشبندی، محترم علامہ غلام مرتضیٰ علوی، محترم علامہ غضنفر حسنین نے سرانجام دیئے۔

۲۔ دوران اعتکاف محافل میں تلاوت قرآن حکیم کی سعادت محترم قاری عثمان قادری، محترم قاری محمد اسماعیل، محترم قاری عبدالخالق قمر اور تحفیظ القرآن انسٹی ٹیوٹ کے دیگر حفاظ نے حاصل کی۔

۳۔ شیخ الاسلام نے دوران اعتکاف تحریک کی مجموعی سرگرمیوں اور مشن کے فروغ پر محترم امیر تحریک، محترم ناظم اعلیٰ، نائب ناظمین اعلیٰ، سنٹرل ایڈوائزری کونسل (CEC) کے ممبران، سربراہان فورمز و شعبہ جات، ناظمین، نائب ناظمین اور ان کی ٹیم کو فرداً فرداً مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔

۴۔ دوران اعتکاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاج TV اور منہاج IT بیورو کی سوشل میڈیا ٹیم کو مبارکباد سے نوازا جن کی کاوشوں کی بدولت شہر اعتکاف کی جملہ سرگرمیاں، معمولات اور خطابات انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں براہ راست نشر کئے جا رہے تھے۔

۵۔ شیخ الاسلام نے منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے جملہ احباب محترم نادعلی اور یوتھ لیگ کے محترم کوثر صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو بھی مبارکباد سے نوازا جن کی کاوشوں سے انڈیا بھر کے 913 مقامات پر منہاج TV کے ذریعے شہر اعتکاف کی کارروائی براہ راست دکھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

۶۔ دوران اعتکاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری خواتین معتکفات کے کیمپ میں بھی دو مرتبہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے ان کی اصلاح پر مبنی خصوصی گفتگو فرمائی۔ اس موقع پر آپ نے ہزارہا معتکفات کی حوصلہ افزائی فرمائی، انہیں اعتکاف میں آنے پر مبارکباد دی۔ آپ نے منہاج القرآن ویمن لیگ کی صدر محترمہ فرح ناز اور ان کی پوری ٹیم، گرلز کالج کی پرنسپل محترمہ ڈاکٹر ثمر فاطمہ، کالج کی اساتذہ و طالبات کو اعتکاف کے اعلیٰ انتظامات پر مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔

۷۔ شیخ الاسلام نے بلوچستان، KPK، سندھ، کراچی اور بیرون ملک سے تشریف لانے والے معزز معتکفین کو خصوصی مبارکباد دی جو کہ اتنے دور دراز سے مالی و جسمانی قربانی دیتے ہوئے اعتکاف کے لئے تشریف لائے۔

۸۔ شیخ الاسلام نے منہاج یورپین کونسل اور بیرون ملک تنظیمات کو تحریک کی جملہ سرگرمیوں اور اعتکاف کے انتظامات میں معاونت پر مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔

۹۔ دوران اعتکاف شیخ الاسلام کے خطابات کے موقع پر پورے ملک سے صوبہ، ڈویژن، ضلع وائز سینئر ترین تحریکی ساتھیوں اور ذمہ داران کو سٹیج پر بطور مہمان بٹھایا جاتا رہا۔

۱۰۔ منہاج القرآن علماء کونسل کی خصوصی دعوت پر علماء کرام کے متعدد وفود نے شہر اعتکاف میں خصوصی شرکت کی اور شیخ الاسلام کے خطابات سماعت کئے۔ شیخ الاسلام نے ان سے باقاعدہ مصافحہ کیا اور انہیں شہر اعتکاف آنے پر خوش آمدید کہا۔

۱۱۔ شیخ الاسلام نے المنہاج السوی کا سندھی زبان میں ترجمہ کرنے پر تحریک منہاج القرآن سندھ اور تحریک منہاج القرآن کراچی کے جملہ ذمہ داران اور ترجمہ کرنے والے احباب کو بطور خاص مبارکباد دی۔

۱۲۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے محترم خرم نواز گنڈا پور کو مشن کا عظیم اثاثہ و سرمایہ قرار دیتے ہوئے اعتکاف اور جملہ سرگرمیوں کے اعلیٰ انتظامات پر مبارکباد دی جبکہ ناظم اجتماعات وسیکرٹری اعتکاف محترم جواد حامد کو اعتکاف اور جملہ سرگرمیوں کے اعلیٰ انتظامات و انصرام پر ’’شیر منہاج‘‘ کا خطاب دیتے ہوئے ان کے لئے گولڈ میڈل کا اعلان کیا۔

۱۳۔ دوران اعتکاف شیخ الاسلام نے تحریک سے تعلق رکھنے والے احباب جملہ مرحومین، کارکنان و رفقاء کے اعزاء و اقارب اور بالخصوص شہداءِ انقلاب، پاک فوج کے شہداء، معروف قوال محترم امجد صابری و عالمی شہرت یافتہ باکسر محترم محمد علی کلے کے لئے خصوصی دعائے مغفرت فرمائی۔ یاد رہے کہ محترم محمد علی کلے منہاج القرآن کے باقاعدہ رفیق تھے اور انہوں نے شکاگو میں دو روزہ کانفرنس بھی منعقد کروائی تھی جس میں شیخ الاسلام کو خصوصی خطاب کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔

خوشخبری

علم و معرفت، تعلیم و تربیت اور جدید و قدیم علوم کے حسین امتزاج کے ساتھ

آپ کے شہر گجرات میں علم و فضل کی دنیا میں ایک خوبصورت اضافہ

جامعہ اسلامیہ قرآن کمپلیکس گجرات

ہاسٹل کی سہولت

داخلہ جاری ہے

برائے معلومات: صبح 8 بجے تا 2 بجے

مڈل پاس طلبہ کیلئے 9 سالہ اور میٹرک پاس طلبہ کیلئے 7 سالہ مکمل فری درس نظامی کی کلاسز کا اجراء

Professional+ Tech Edu	دینی تعلیم	عصری تعلیم
Basis Computer Skils	[illegible]	[illegible]
Computer Software Hardware, Networking Basic Electric & Electronic Skill	الشھادۃ الثانویہ خاصہ	میٹرک پاس طلباء کیلئے 2 سال میں F.A
Web Designing+ Developing Graphic Designing Autocad	[illegible]	[illegible] B.A
LLB-DHMS	[illegible]	[illegible] M.A

خصوصیات: [illegible]

[illegible]

برائے رابطہ: القرآن کمپلیکس اللہ لوک کالونی جی ٹی روڈ وقمر سیالوی روڈ گجرات

0300-9629566

0300-0506566

شہرِاعتکاف 2016ء (تصویری جھلکیاں)

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN AUG-2016
LAHORE
Regd CPL No.41

منہاج کالج برائے خواتین

زیر سرپرستی ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیر نگرانی:۔
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
پی ایچ ڈی (مصر)

پرنسپل:۔
ڈاکٹر ثمر فاطمہ
(پی ایچ ڈی۔ انگلینڈ)

داخلہ جاری ہے

علوم شریعہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ کی منفرد آفر

علوم شریعہ

الشہادۃ الثانویہ دورانیہ 2 سال
الشہادۃ العالیہ دورانیہ 3 سال
الشہادۃ العالمیہ دورانیہ 2 سال

علوم عصریہ

ایف اے
بی ایس اسلامک سٹڈیز دورانیہ 4 سال
ایم فل اسلامک سٹڈیز دورانیہ 2 سال

شارٹ کورسز

- عرفان القرآن
- انگلش/عربی
- کمپیوٹر
- نعت/خطاب
اور دیگر

نمایاں خصوصیات

- ریسرچ کے لئے وسیع تر لائبریری
- اعلیٰ تعلیم یافتہ وتجربہ کار فیکلٹی ممبر
- جدید سہولیات سے آراستہ کمپیوٹر لیب
- ہاسٹل کی بہترین سہولت

پہلے 50 داخلہ جات پر خصوصی رعائیت

- 2013ء ایف اے آرٹس (لاہور بورڈ) میں تیسری پوزیشن
- سرکاری اداروں میں تعیناتی بذریعہ پبلک سروس کمیشن

برائے رابطہ

نزد ہمدرد چوک ٹاؤن شپ -لاہور
Website: www.minhaj.edu.pk/mcw | Email: mcw@minhaj.edu.pk
Email: unimcw@gmail.com | Tel: 042-35116784-5, 042-35111013